حق چار یار	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	خلافت راشدہ
مئی ۲۰۲۵ء	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	شمارہ نمبر ۳۶

مجلہ — پشاور

راہ هدایت

• مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر تعارف اور کفار کی اقسام	• قومی اسمبلی میں قادیانی شکست اور بریلوی تعصب
• مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث	• بولتے حقائق
• احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں	

مدیراعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہِ ہدایت پشاور

فہرست مضامین شمارہ نمبر ۳۶	صفحہ
مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر تعارف اور کفار کی اقسام (مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ)	1
الدر المنظم فی بیان حکم المولد النبی الاعظم کے جدید نسخوں میں رضاخانی تحریفات (مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ)	3
مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث (قسط:۱۴) (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)	7
قومی اسمبلی میں قادیانی شکست اور بریلوی تعصب (قسط:۱) (محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ)	45
غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت (قسط:۱۱) (رب نواز بھٹی)	52
بولتے حقائق (قسط:۲) (مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ)	61
احادیث کے رد و قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں (قسط:۱) (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)	77

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

مرزا قادیانی کا مختصر تعارف اور کفار کی اقسام

جس وقت انگریز متحدہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو انگریز کی سربراہی میں ہندوستان کی سرزمین پہ ایک خطرناک فتنے نے جنم لیا۔ جسے فتنہ قادیانیت کہا جاتا ہے اِس قادیانی گروہ کے بانی کا نام "مرزا غلام احمد قادیانی" تھا۔اِس نے مختلف قسم کے دعوے کئے آخر میں مسیح موعود اور نبوت کا دعویٰ کیا اپنے آپ کو نبی اور رسول کہنے لگا، اپنے ساتھیوں کو صحابہ کرام اور اپنی بیویوں کو اُم المومنین کا نام دینے لگا۔

قادیانی فتنہ کا مقصد جہاد کو ختم کرنا، اسلام کا نام لیکر اسلام کو مٹانا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مرزا قادیانی لعین کی جھوٹی نبوت کی تشہیر کرنا ہے۔

مرزا قادیانی اخلاقی حدود کو پاؤں تلے روندتے ہوئے ہم مسلمانوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو ہماری دعوت کی تصدیق نہیں کرتا وہ کنجریوں کی اولاد ہے۔ دیکھئے: روحانی خزائن جلد ۵ ص ۵۴۸

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ میرے دشمن (یعنی جو مسلمان ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تصور کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیتے ہیں) جنگلوں کے خنزیر اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بدتر ہیں۔ دیکھئے: روحانی خزائن جلد ۲ ص ۳۰۵

اِسی بناء پہ تمام امت مسلمہ کا اتفاقی و اجماع فیصلہ از روئے شریعت یہ ہے کہ قادیانی زندیق کافر ہے اُن سے بائیکاٹ ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے اور انکی مصنوعات کو استعمال کرنا شراب جیسا حرام ہیں۔

جب بھی قادیانیوں کے ساتھ بائیکاٹ کی بات کی جاتی ہے تو سادہ لوح مسلمان یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمیں تسلیم ہے کہ قادیانی کافر ہیں مگر کافر تو اور بھی بہت ہیں جیسے عیسائی، یہودی وغیرہ۔ تو کیا وجہ ہے کہ قادیانیوں کے خلاف منظم جماعتیں کام کرتی ہے اور قادیانیوں کے بائیکاٹ کی بھرپور دعوت دی جاتی ہے۔ جبکہ دیگر کفار کے خلاف ایسا منظم کام نہیں ہو رہا ہے آخر یہ کیوں؟

جواب:

یاد رکھئے قادیانی کافر اور دیگر کفار کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہیں۔

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون بنام " قادیانیوں اور دیگر غیر مسلموں میں فرق "کے صفحہ تین پہ فرماتے ہیں کہ:

کافروں کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

1. مطلق کافر
2. مرتد کافر
3. زندیق کافر

مطلق کافر: مطلق کافر اس کافر کو کہا جاتا ہے جو اپنی نسبت اپنے مذہب کی طرف کرتا ہو اور مسلمانوں کی نسبت اسلام کی طرف، جیسے عیسائی خود کو عیسائی اور یہودی خود کو یہودی کہتے ہیں جبکہ ہماری نسبت اسلام کی طرف کرتے ہوئے ہمیں مسلمان کہتے ہیں۔

مرتد کافر: مرتد کافر اُس کافر کو کہتے ہیں جو پہلے مسلمان ہو اور پھر اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کو قبول کر لے اور اپنی نسبت اسی نئے مہذب کی طرف کرنے لگے، جیسے خدانخواستہ کوئی مسلمان عیسائی ہو جائیں اور خود کو عیسائی کہنے لگے۔

زندیق کافر: زندیق کافر اُسے کہتے ہیں جو ہو تو پکا کافر لیکن خود کو مسلمان کہے اور مسلمانوں کو کافر کہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں مطلق کافر سے معاملات کرنا جائز و مباح ہے لیکن مرتد اور زندیق کافر سے ہر طرح کا معاملہ اور تعلق رکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

یاد رکھیئے!

قادیانی عام کافر نہیں بلکہ زندیق کافر ہیں کیونکہ خود کو مسلمان اور مسلمان کو کافر سمجھتے ہیں اِسی وجہ سے ملتِ اسلامیہ کے تمام ممالک کے مفتیان کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قادیانی زندیق کافر اور ملحد ہے اِس لئے مرزائیوں کے ساتھ معاشی اور معاشرتی تعلقات مثل خوشی غمی میں شرکت، سلام و کلام، ناطہ، اٹھنا بیٹھنا، کاروبار، ملازمت، انکی مصنوعات کی خرید و فروخت سب حرام ہے ان سے تعلق رکھنے والا شخص گمراہ، ظالم اور مستحقِ عذابِ جہنم ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ اِس فتنے سے ہر وقت باخبر رہے اور انکے خلاف کام کرنے کو اپنا اڑنا بچھونا بنائیں۔

مولانا مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی صاحب

الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم
کے جدید نسخوں میں رضاخانی تحریفات

قارئین کرام! رضاخانیوں کی مثال اس چھلنی کی طرح ہے جس میں خود سینکڑوں سوراخ ہیں لیکن لوٹے کو سوراخ کا طعنہ دیتی ہے۔ آج سے کافی عرصہ پہلے رضاخانیوں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ دیوبندی ناشرین نے کتب دیوبندیہ میں تحریف کی ہے۔ اور اس بنا پر اپنی عادت کے موافق پورے مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ہم نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ ناشرین کی بد دیانتی ہے بھلا اس بنا پر پورے مسلک کو مطعون کرنا کونسا انصاف ہے؟ اور پھر جواب میں ہم نے قسط وار مضمون "رضاخانی علما یہود کے نقش قدم پر" شروع کیا جس میں ان کی سینکڑوں "تحریفات" کو محض ناشرین سے نہیں بلکہ ان کے مستند لوگوں سے ثابت کیا جس پر آج تک یہ دم دبائے اور منہ چھپائے پھر رہے ہیں۔ اور ایک لفظ آج تک اپنے گھر کی تحریفات پر ان کے قلم سے نہ نکلا۔ اسی لئے ہم نے "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد سوم" کے "مقدمہ" میں اس امر کو واضح کیا کہ رضاخانیوں کا ہم سے اختلاف دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ "ذاتیات و تعصب" کی بنا پر ہے۔ کیونکہ جو اعتراض یہ ہم پر کرتے ہیں جب وہی ان کے گھر سے نکل آتا ہے تو انہیں سانپ سونگھ جاتا ہے۔ اس دورنگی کی تازہ مثال ملاحظہ ہو۔

شیخ عبد الحق الہ آبادی جنہیں خان صاحب نواب احمد رضا خان بریلوی نے اپنا بزرگ مانا اور دوسرے سفر حج میں زیادہ تر انہی کے ہاں قیام کیا۔ میلاد پر ان کی ایک کتاب ہے "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم"ہے۔ جو موضوع احادیث کمزور دلائل اور خارج عن المبحث امور سے پر ہے جس پر ان شاء اللہ کسی اور موقع پر تبصرہ کریں گے۔

اس کا ایک ایڈیشن بقول رضاخانی:

"شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد نقشبندی شرقپوری کے کتب خانہ میں موجود تھا حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی کے فرزند ارجمند حضرت الحاج صاحبزادہ میاں غلام احمد نقشبندی مجددی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴۱۲ میں شائع کیا"۔

(الدر المنظم محرف شدہ، ص ۴، مطبوعہ بزم احیا مدینہ جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فروری ۲۰۲۳)

ہمارے پیش نظر یہی نسخہ ہے۔ مولف نے اس کتاب پر چند علما عصر کی تقریظات لی ہیں جو شر قپوری نسخے کے آخر میں ہے جس میں ایک تقریظ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کی ہے جو ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"تقریظ جناب مولوی سید حمزہ صاحب شاگرد جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ادام اللہ فیضہ"

(الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم، ص ۱۴۷، بسعی پیر طریقت حضرت الحاج صاحبزادہ میاں غلام احمد نقشبندی مجددی زیب سجادہ آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور)

اندازہ لگائیں کس قدر آداب و تعظیم کے ساتھ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کا نام مع القابات و دعائیہ کلمات ذکر کیا چونکہ رضاخانی مذہب میں معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ ایسے کافر ہیں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے لہذا ان کیلئے دعائیہ کلمات، مولانا و مولوی کے تعظیمی القابات بھی لگانا کفر ہے (الطاری الداری، فتاوی رضویہ، فتاوی تاج الشریعہ)

لہذا رضاخانیوں کے "مولانا مزمل حسین کیلانی" نے جب اس کتاب کا جدید ایڈیشن اپنی تخریج و تحقیق کے ساتھ شائع کیا تو ملاحظہ ہو کہ اس میں کس قدر بدترین تحریف کی:

"تقریظ مولوی سید حمزہ صاحب شاگرد مولوی رشید احمد گنگوہی"

(الدر المنظم، ص ۱۳، مطبوعہ بزم احیا مدینہ جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فروری ۲۰۲۳)

"مولانا، محدث، ادام اللہ فیضہ" کے الفاظ و جملوں کو تحریف کرکے حذف کر دیا گیا۔ اور بے شرمی کی انتہا کہ یہی مولانا مزمل حسین رضاخانی اسی کتاب میں لکھتا ہے:

"آخر میں لکھا گیا ہے تاکہ سرقہ کا وہم نہ رہے جو اہل علم کے نزدیک نہایت درجہ کا جرم ہے"۔

(الدر المنظم، ص ۷، مطبوعہ بزم احیا مدینہ جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فروری ۲۰۲۳)

کیوں خائن و محرف صاحب! سرقہ اگر اہل علم کے ہاں نہایت درجہ کا جرم ہے تو کیا کسی کتاب میں کھلی تحریف نہایت درجہ کا معاذ اللہ ثواب ہے جو آپ اس کا ارتکاب اس قدر ڈھٹائی سے کر رہے ہیں؟

ایک اور تحریف ملاحظہ ہو شر قپوری ایڈیشن میں ایک اور تقریظ یوں ہے:

”تقریظ جناب مولانا مولوی عبد اللہ صاحب دام فیضہ داماد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم“۔

(الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم، ص۱۵۴، بسعی پیر طریقت حضرت الحاج صاحبزادہ میاں غلام احمد نقشبندی مجددی زیب سجادہ آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور)

حجۃ الاسلام امام قاسم نانوتوی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی چونکہ رضاخانیوں کا فتوی وہی تھا لہذا رضاخانیوں نے اس عبارت میں یوں تحریف کر دی:

”تقریظ مولوی عبد اللہ داماد مولوی محمد قاسم“۔

(الدر المنظم، ص۲۸، مطبوعہ بزم احیا مدینہ جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فروری ۲۰۲۳)

”جناب، مولانا، دام فیضہ، حضرت، مولانا، صاحب، مرحوم“ کے تعظیمی القابات و دعائیہ کلمات کو بدترین تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے حذف کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی تقریظ میں ایک عبارت یوں تھی:

”کہف الفضلا مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ“۔

(الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم، ص۱۵۵، بسعی پیر طریقت حضرت الحاج صاحبزادہ میاں غلام احمد نقشبندی مجددی زیب سجادہ آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور)

مگر محرف رضاخانی نے اس میں یوں تحریف کر دی:

”کہف الفضلا مولانا مولوی محمد قاسم صاحب“۔

(الدر المنظم، ص۲۹، مطبوعہ بزم احیا مدینہ جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فروری ۲۰۲۳)

رحمۃ اللہ علیہ کا دعائیہ کلمات کو اس نے ایسے غائب کر دیا جیسے خان صاحب بریلوی کے دل سے ”ایمان“ غائب رہا۔

ایک اور تحریف ملاحظہ ہو۔ مولف کتاب نے امام الموحدین شاہ اسمعیل شہید کو اپنی کتاب میں یوں یاد کیا:

”و حضرت مولانا جناب مولوی اسمعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ در جواب استفتا“۔

(الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم، ص۱۰۴، بسعی پیر طریقت حضرت الحاج صاحبزادہ میاں غلام احمد نقشبندی مجددی زیب سجادہ آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور)

چونکہ شاہ صاحب بھی مجدد التکفیر نواب احمد رضاخان بریلوی کے ہاں معاذ اللہ ۷۴ وجوہ سے کافر ہیں لہذا مزمل رضاخانی صاحب کی رگ تحریف پھڑکی اور انہوں نے یوں تحریف کر دی:

"وحضرت مولانا جناب مولوی اسمعیل صاحب در جواب استفتا"۔

(الدر المنظم، ص۳۲۳، مطبوعہ بزم احیا مدینہ جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فروری ۲۰۲۳)

رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات کو موصوف نے حذف کر دیا۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

اب دلچسپ بات یہ کہ اس کتاب کا ایک ترجمہ رضاخانی استاد العلماء منشا تابش قصوری نے بھی کیا ہے جس میں شرم وحیا کو بالائے تاک رکھ کر کیلانی صاحب سے بھی زیادہ بدترین تحریف کی ہے چنانچہ ان کی کتاب میں فقط اتنا ہے:

"تقریظ سید حمزہ شاگرد رشید احمد گنگوہی"۔

(میلاد مصطفی بزبان مصطفی مترجم منشا تابش قصوری، ص۳۶۱، اقرا پبلی کیشنز لاہور محمد محمود احمد حافظ قصوری، سال اشاعت ۲۰۱۶)

"تقریظ عبد اللہ داماد قاسم نانوتوی"۔

(میلاد مصطفی بزبان مصطفی مترجم منشا تابش قصوری، ص۳۷۵، اقرا پبلی کیشنز لاہور محمد محمود احمد حافظ قصوری، سال اشاعت ۲۰۱۶)

اس تفصیل کے بعد رضاخانی اس کا بھی جواب دیں کہ یہ سارے تعظیمی و دعائیہ کلمات لگانے کے بعد شیخ عبد الحق الہ آبادی مسلمان رہے؟ اور خان صاحب بریلوی ان سے دوستانہ تعلق رکھ کر خود مسلمان رہے؟ اور اس کی کتاب چھاپنے والے اسے بزرگ ماننے والے رضاخانی مسلمان رہے؟

نوٹ: آخر میں رضاخانیوں کو یہی کہوں گا کہ وہ کان کھول کر سن لیں مجھے فیس بک کے نومولود محققین و مصنفین کی تو خبر نہیں کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں؟ ان کی کتب میرے شاگرد ہی پڑھتے ہیں اور وہی مناسب جواب دیتے ہیں، لیکن اپنے مسلک کے کسی بڑے آدمی کے نام پر کچھ بھی چھاپو تو یہ سوچ کر چھاپو کہ یہ سب کچھ اول تا آخر ساجد خان نقشبندی کی نظر سے ضرور گزرے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ تم چھاپ کر اسے "ستر باادب سوالات" کی طرح حیض کی چھیتروں کی مانند چھپائے پھرو۔

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱۴)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

یک بارگی تین طلاقیں دینا جائز بھی ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد نے حدیث عویمر عجلانی کی شرح میں لکھا:

"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں دی جاسکتی ہیں، لیکن کیا تینوں نافذ ہوں گی یا ایک؟ اس حدیث سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔"

(شرح بخاری:۵/۲۱۳)

دوسری رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے قرآن کریم کی آیت:﴿الطلاق مرتان﴾ کی وضاحت میں لکھا:

"یہ آیت تو اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام اور ناجائز ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۵۱، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت:۲۰۲۴ء)

تین کے ایک ہونے کا سب سے پہلے فتویٰ ابن تیمیہ نے دیا۔ یہ پروپیگنڈا ہے، اور حقیقت بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتوی سب سے پہلے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دیا ہے، ان سے قبل کسی نے یہ فتوی نہیں دیا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۳۲)

دوسری رائے:

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق، مجلسِ واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے معتقد ہیں۔ یہ فتوی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

طلاق الحائض کی بابت حدیث بخاری قابل استدلال ہے، اور ضعیف بھی

پہلی رائے:

غیر مقلدین کے ایک فریق کی تحقیق ہے کہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اس پر جو دلائل پیش کئے، اُن میں صحیح بخاری کی حدیث بھی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حسبت علی بتطلیقة" یعنی جو طلاق میں نے حالتِ حیض میں دی تھی اسے شمار کیا گیا ہے۔ اس حدیث سے جن غیر مقلدین نے استدلال کیا ہے، اُن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

حافظ محمد امین۔ (حاشیہ نسائی مترجم: ۵/۲۸۸)

مولانا عمر فاروق سعیدی۔ (شرح ابوداود مترجم: ۲/۶۶۹)

حافظ عبد الستار حماد۔ (فتاوی اصحاب الحدیث: ۲/۳۱۵)

مولانا عبد المنان نوری۔ (احکام و مسائل: ۲/۴۷۶)

شیخ زبیر علی زئی۔ (موطامالک مترجم صفحہ ۳۲۰، تحت حدیث: ۲۳۳)

شیخ ندیم ظہیر۔ (اشاعت الحدیث حضرو، شمارہ: ۱۴۱ صفحہ ۹)

حافظ عمران ایوب لاہوری۔ (طلاق کی کتاب صفحہ ۹۰)

مولانا مبشر احمد ربانی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۹۳)

مولانا عبد المنان راسخ۔ (فوائد سنن دارمی: ۲/۱۹۵، تحت حدیث: ۲۳۰۸)

ان سب کی عبارات بندہ نے اپنی اسی کتاب میں "طلاق بدعی کا وقوع" باب میں نقل کر دی ہیں۔ والحمد للہ

دوسری رائے:

ان سب کے برعکس شیخ کفایت اللہ سنابلی ہندی غیر مقلد نے بخاری کی حدیث "حسبت علی بتطليقة" کو ضعیف کہا ہے۔ وہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ روایت معلق ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۳۲)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ما قبل میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ روایت معلق ہے اور اس کی کوئی موصول سند دستیاب نہیں، لیکن اگر اس کی موصول سند مل بھی جائے تو بھی یہ روایت شاذ ہونے کے سبب ضعیف ہی ہو گی۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۵۱)

سنابلی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"صحیح بخاری میں موجود یہ روایت معلق ہے، امام ابو نعیم نے اسے موصول بیان کیا ہے، مگر اس کی سند دستیاب نہیں ہے۔ ماقبل میں "تعليق البخاری عن شيوخه" پر تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک یہ معلقات بھی منقطع ہیں۔ اگر اس قول کو ترجیح دی جائے تو ظاہر ہے کہ معمر بن راشد کی متصل اور صحیحین کی شرط پر صحیح روایت کے خلاف "عبد الوارث" کی اس معلق روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۵۴)

سنابلی صاحب کے نزدیک بخاری کی یہ حدیث نہ صرف ضعیف ہے بلکہ ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے۔

زیادتی ذِکر نہ کرنا شاذ ہونے کی دلیل ہے، اور نہیں بھی

کسی راوی کا حدیث روایت کرتے ہوئے اضافی جملہ بیان کرنا اس جملہ کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے یا وہ مقبول ہے؟ اس کے متعلق غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

بخاری میں حدیث ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''حسبت علی بتطليقة ''یعنی جو طلاق میں نے حالتِ حیض میں دی تھی اسے شمار کیا گیا ہے۔''

بخاری کی اس حدیث کے متعلق شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''امام ابن القیم رحمہ اللہ نے زیرِ بحث روایت کو اس بنیاد پر شاذ بتلایا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں سعید بن جبیر کے علاوہ کسی نے بھی طلاق شمار کئے جانے کی بات نقل نہیں کی ہے، لکھتے ہیں...... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ نقل کرنے میں سعید بن جبیر منفرد ہیں اور نافع، انس بن سیرین، یونس بن جبیر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے دیگر تمام تلامذہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور طلاق شمار کیے جانے والی بات کا ذِکر نہیں کیا ہے۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۵۶)

سنابلی صاحب نے آگے لکھا:

''امام ابن القیم رحمہ اللہ نے یہاں بخاری کی معلق روایت کو اس بنیاد پر شاذ بتلایا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں سعید بن جبیر کے علاوہ کسی نے بھی طلاق شمار کئے جانے کی بات نقل نہیں کی ہے، یعنی یہ شاذ ہے۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۵۶)

سنابلی صاحب اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

''الغرض مسلم کی کسی بھی روایت میں سعید بن جبیر والے الفاظ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی نہیں ہیں۔ بہر حال علامہ البانی کے شاگرد ''ابو بكر رعد بن عبد العزيز حسين بكر النعيمی ''نے بھی ان الفاظ کو شاذ قرار دیا ہے۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۵۷)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ سعید بن جبیر نے اس زیادتی کو بیان کیا، باقیوں نے اسے نقل نہیں کیا، اس لئے یہ شاذ ہے۔

دوسری رائے:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محمد بن یحی الصفار (راوی) کے زبردست تفردوالی اس روایت کے بارے میں مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ علانیہ لکھتے ہیں:"الغرض اس حدیث پر اعتراضات کی تمام شقیں باطل ہیں۔ امام بیہقی اور علامہ سیوطی اور علامہ علی متقی حنفی کا فیصلہ ہی صحیح ہے کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ اور یہ زیادت متعدد طرق سے مروی ہے اور صحیح ہے۔"(توضیح الکلام جدید ص ۳۶۰) معلوم ہوا کہ بہت سے ثقہ راوی اگر کوئی زیادت متن میں ذِکر نہ کریں اور صرف ایک (ثقہ و صدوق) راوی وہ زیادت ذِکر کرے تو مولانا اثری اور امام بیہقی کے نزدیک وہ سند صحیح ہوتی ہے والحمد اللہ۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں مگر خبیب صاحب اس کے بالکل مخالف سمت پر تیزی سے رواں دواں ہیں۔"

(علمی مقالات:۲/۲۵۱)

علی زئی صاحب زیادت ثقہ کے قبول ہونے کی مثالیں بیان کرتے ہوئے ہفتم مثال بخاری کی حدیث ذِکر کی ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ دولڑکیاں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ علی زئی نے اس کے ذیل میں لکھا:

"اس حدیث کو جب امام ابو اسامہ حماد بن اُسامہ رحمہ اللہ نے ہشام بن عروہ سے اس سند و متن سے روایت کیا تو حدیث میں درج ذیل اضافہ بھی بیان کیا:"ولیستا بمغنیتین" وہ دونوں (بچیاں) مغنیہ نہ تھیں۔ (صحیح بخاری:۹۵۲، صحیح مسلم:۸۹۲، دار السلام:۲۰۶۱) یہ اضافہ اگرچہ دوسرے راوی بیان نہیں کرتے مگر ثقہ کی زیادت مقبول ہونے کے اصول سے یہ اضافہ صحیح ہے اور اس حدیث سے غامدی گروپ کا استدلال باطل ہو جاتا ہے۔"

(علمی مقالات صفحہ ۲/۲۵۶،۲۵۵)

علی زئی نے مولانا عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد کی کتاب "ابکار المدن صفحہ ۸۰ سے نقل کیا:

"ثقہ کی زیادتی تو اس وقت شاذ ہوتی ہے جب وہ دوسرے ثقہ راویوں کے منافی ہو اور اگر منافی نہ ہو تو وہ مقبول ہوتی ہے اور یہی محققین کا مذہب ہے......اس حدیث میں اُسامہ بن زید

کی زیادتی (اضافہ) دوسرے راویوں کے منافی نہیں ہے پس یہ زیادت بغیر کسی شک کے مقبول ہے۔"

(علمی مقالات صفحہ ۲/۲۵۹)

علی زئی صاحب نے اپنے غیر مقلدین: شیخ خبیب اثری وغیرہ کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

"صحیح مسلم کی حدیث [اذا قرأ فانصتوا، جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (ناقل)] کو ضعیف قرار دینے والوں کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ اگر اُسامہ بن زید اللیثی کی زیادت مقبول ہے تو سلیمان التیمی کی زیادت کیوں مقبول نہیں؟!"

(علمی مقالات صفحہ ۲/۲۵۹)

علی زئی صاحب کی ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر ثقہ راوی حدیث میں کوئی زیادت / اضافی جملہ روایت کرے تو وہ شاذ نہیں، صحیح ہی ہے۔

ثقہ راوی کی زیادت ضعیف ہوتی ہے، اور مقبول بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چوتھی علت: ابو اسحاق سے امام اعمش کے علاوہ ان کے دوسرے سات شاگردوں نے بھی یہ روایت بیان کی ہے لیکن ان ساتوں میں سے کسی نے بھی تین طلاقوں کا ذِکر نہیں کیا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۶۲۰)

دوسری رائے:

اس کے برعکس طاؤس کی زیادت کو قبول کر لیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"جب ثقہ اور حافظ راوی کسی حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہو اس کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۸۵)

حُسِبَتْ عَلَیَّ بِتَطْلِیْقَةٍ میں حاسب کی بابت اختلاف

بخاری میں حدیث ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تھی اس طلاق کے متعلق بخاری میں ہی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ''حسبت علی بتطليقة'' ہے کہ اس طلاق کو مجھ پر شمار کیا گیا۔

پہلی رائے:

اس جملہ ''حسبت علی بتطليقة'' کے متعلق غیر مقلدین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حاسب یعنی طلاق کو شمار کرنے والے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ''یہ طلاق شمار کرنے والے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی تھے جیسا کہ اسی حدیث کے دیگر الفاظ میں صراحت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں اس کے فوراً بعد والی رویت میں یہ الفاظ ہیں:
> قال ابن عمر :فراجعتها وحسبت لها التطليقة التى طلقتها، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر میں نے اپنی بیوی کو واپس لے لیا اور اسے جو طلاق دی تھی، اسے میں نے شمار کیا۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۵۶)

دوسری رائے:

جب کہ اس کے بالمقابل غیر مقلدین کا دوسرا فریق کہتا ہے کہ شمار کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ''﴿وَحُسِبَتْ عَلَیَّ بِتَطْلِیْقَةٍ﴾ فعل صیغۂ مجہول ہے اور حاسب سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔''

(اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام اردو: ۲/ ز ۶۹۸، مترجم مولانا عبد الوکیل علوی، دار السلام لاہور)

تیسری رائے:

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حُسِبَت کا فاعل نہ جانے کون ہے ؟۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں صفحہ ۴۹)

اختلاف کے عدمِ علم پر دعویٰ اجماع صحیح ہے، اور غلط بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یاد رہے کہ اختلاف کے عدمِ علم پر دعوائے اجماع کی شروعات معتزلہ اور جہمیہ کی طرف سے ہوئی ہے، اور اس کے پیچھے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس کے سہارے کتاب وسنت کا رَد کیا جائے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۲۸)

دوسری رائے:

اس کے بر عکس شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے مغنی ابن قدامہ کے حوالہ سے صحابہ کرام کے متعلق لکھا:

”ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہیں ہوا، لہذا اس پر اجماع ہے۔“

(توضیح الاحکام: ۱/ ۲۲۱، اشاعت: اکتوبر/ ۲۰۰۹ء)

خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارے علم کی حد تک کسی بھی ناقد امام نے ان پر کوئی جرح نہیں کی، اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں بالاتفاق حجت قرار دیا ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۶۵)

صحابہ کرام کے بعد اجماع کا وقوع ہو سکتا ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جہاں تک امکانِ وقوع کی بات ہے تو اس سلسلے میں سب سے معتدل قول ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے کہ صحابہ کی جماعت میں اس طرح کے اجماع کا حقیقی انعقاد تو بہت ممکن ہے، لیکن صحابہ کرام کے بعد اَدوار میں اس طرح کے اجماع کا حقیقی انعقاد کافی مشکل ہے، کیوں کہ عہد صحابہ کے بعد زمین کے بہتے سارے حصوں میں علماء و مجتہدین وجود میں آگئے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال و فتاویٰ کو جمع کرنے اور انہیں بیان کرنے کا اہتمام تھا، بعد کے علماء و مجتہدین کے ساتھ یہ معاملہ نہیں رہا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ یہی موقف امام ابن حبان، امام ابن حزم اور علامہ رازی رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ امام احمد رحمہ اللہ تو اس طرح کے معاملے میں لفظِ اجماع کے استعمال ہی کو درست نہیں جانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس معاملے میں صرف اختلاف سے لاعلمی کی صراحت کی جائے اور اجماع کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۱۰)

دوسری رائے:

غیر مقلدین کے دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد بھی کسی بات پر امت کا اجماع ہو سکتا ہے۔

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

”جملہ محدثین روایت مسلم کو سنداً اور متناً صحیح تسلیم کرتے ہیں کیوں کہ مسلم کی صحت پر اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔“

(البیان المحکم صفحہ ۲۵)

خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم کی احادیث کے صحیح و مقبول ہونے پر امت کا اجماع ہے۔“

(احکام طلاق صفحہ ۳۴۳)

صحیح مسلم کی حدیثوں کی صحت پر اجماع کا جو دعوی کیا گیا، وہ صحابہ کرام کے دَور بلکہ خیر القرون کے بھی

بعد ہی متصور ہو سکتا ہے۔ گویا یہاں مان لیا گیا کہ صحابہ کرام کے بعد بھی کسی بات پر اجماع قائم ہو سکتا ہے۔

بغیر نص کے اجماع منعقد ہوتا ہے، اور نہیں بھی

کسی مسئلہ کے اجماعی ہونے کے لئے نص (قرآن وحدیث) کا ہونا ضروری ہے یا نص کے بغیر بھی اجماع قائم ہو سکتا ہے اس میں غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں:

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ بغیر نص کے حقیقی اجماع کا انعقاد ناممکن ہے، اسی لئے اجماعِ قطعی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ نص بھی موجود ہوتی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۲۸)

دوسری رائے:

اس کے بالمقابل جب خود کو ضرورت پڑی تو بغیر نص کے اجماع کا وجود مان لیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے جس کی صحت پر پوری امت کا اتفاق ہے، یعنی اس کی احادیث باجماع امت صحیح و ثابت ہیں۔ خود امام مسلم رحمہ اللہ نے وضاحت کر دی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب صحیح مسلم میں وہی احادیث درج کی ہیں، جن کی صحت پر محدثین کا اجماع تھا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۵۷)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بہت سے مسائل صرف اجماع سے ثابت ہیں مثلاً نو مولود کے پاس اذان دینا...... شاذ روایت کا ضعیف و مردود ہونا وغیرہ۔"

(علمی مقالات: ۵/۱۰۹)

علی زئی صاحب نے مزید لکھا:

"بہت سے مسائل میں سے صرف چالیس (۴۰) ایسے مسائل پیشِ خدمت ہیں جو ہمارے علم کے مطابق صراحتاً صرف اجماع سے ثابت ہیں۔"

(علمی مقالات: ۵/۱۱۱)

اختلاف کا معلوم نہ ہونا اجماع کی دلیل ہے، اور نہیں بھی

کسی مسئلہ کی بابت یہ معلوم ہو کہ اس سے اختلاف کرنے والا کوئی نہیں۔ تو کیا صرف اختلاف کرنے والے کا معلوم نہ ہونا اس مسئلہ کی اجماعی ہونے کی دلیل ہے یا نہیں؟ اس میں غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی لکھتے ہیں:

"رہی بات دعوائے اجماع کی تو اس تحریر میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ یہ معلوم اور قطعی اجماع نہیں بلکہ یہ اجماع مجہول ہے جو اختلاف سے لاعلمی کی عمارت پر کھڑا ہے اور اختلاف کا عدمِ علم اختلاف کے عدم وجود پر دلالت نہیں کرتا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۳۲)

دوسری رائے:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے اور ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں ہے، لہذا فاتحہ خلف الامام کے جواز پر گویا اجماع سکوتی ہے۔"

(فاتحہ خلف الامام صفحہ ۹۶، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت: ۲۰۰۷ء)

خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے علم کی حد تک کسی بھی ناقد امام نے ان پر کوئی جرح نہیں کی، اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں بالاتفاق حجت قرار دیا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۶۵)

امام احمد کا قول "مجھے اختلاف معلوم نہیں" اجماع کی دلیل ہے، اور نہیں بھی

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کسی مسئلہ کی بابت اگر یہ فرمائیں کہ مجھے اس میں اختلاف معلوم نہیں تو یہ اجماع کی دلیل ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بطورِ مثال عرض ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سے سات لوگوں کی جانب سے بھینس کی قربانی کا سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا:”لااعرف خلاف ھذا ۔(مسائل احمد وابن راھویہ ، ت الجامعة الاسلامیة (۴۰۲۷/۸) مجھے اس کے خلاف کوئی قول معلوم نہیں۔“ یہاں امام احمد رحمہ اللہ نے اختلاف کی عدم معرفت کی بنیاد پر اجماع و اتفاق کا دعوی نہیں کیا، کیوں اس مسئلے میں اختلاف کا عدمِ علم اس بات کو مستلزم نہیں کہ اختلاف کا وجود ہی نہ ہو۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۲۹)

دوسری رائے:

سنابلی صاحب کے بر عکس شیخ ابو یحی نور پوری غیر مقلد اسے اجماع سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ”اہلِ علم کا اتفاق“ عنوان قائم کر کے لکھا:

”امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱۶۴، ۲۴۱ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا بھینس کی قربانی کے سات حصے ہو سکتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: لا اعرف خلاف ھذا ، مجھے اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(مسائل الامام احمد و اسحاق بروایة الکوسج ، رقم المسئلة :۲۸۶۵) امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے بھی اس بارے میں امام احمد رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔“

(بھینس کی قربانی صفحہ ۳)

ثبوت کے لئے کتاب دکھانا ضروری ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جو لوگ بھی یہ روایت پیش کرتے یں ان پر لازم ہے کہ وہ کرابیسی کی یہ کتاب لا کر

اس میں یہ روایت دکھائیں یا کم اَز کم ماضی کے کسی معتبر عالم سے بھی یہ ثابت کریں کہ انہوں نے بھی کرابیسی کی کتاب سے یہ روایت نقل کی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۸۸)

دوسری رائے:

اس کے برعکس دوسرا رخ دیکھئے۔ سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ابن المغلس رحمہ اللہ یہ امام داود ظاہری کے شاگرد ہیں۔ اور ابن المغلس رحمہ اللہ صاحبِ تصنیفات ہیں، بلکہ فقہ پر بھی ان کی ایک کتاب الموضح کے نام سے ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ان کی یہ بات ان کی کتاب سے نقل کی ہے، لہذا یہ فتوی بھی ثابت ہے۔"

(احکام الطلاق صفحہ ۴۳۹)

سنابلی صاحب نے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے نقل کیا:

"اسے محمد بن مقاتل الرازی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، ان سے یہ قول امام طحاوی نے نقل کیا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۹۸)

مگر سنابلی صاحب نے نہ تو اصل کتاب پیش کی اور نہ ہی کوئی معتبر نقل۔

اطاعت اچھی بات ہی کی پیروی ہے، اور حرام بات کی بھی

پہلی رائے:

مسئلہ تقلید پر بحث میں غیر مقلدین اطاعت اور تقلید میں فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اطاعت اچھی وجائز بات ماننے کو کہتے ہیں جب کہ تقلید غلط اور ناجائز بات کی پیروی کو۔ ثبوت کے لئے مسئلہ تقلید پر لکھی گئی کتابیں دیکھ سکتے ہیں۔

مولانا محمد یحی گوندلوی غیر مقلد نے اطیعوا اللہ و اطیعوالرسول واولی الامرمنکم کی وضاحت میں لکھا:

”اس آیت میں اطاعت کا حکم ہے، تقلید کا نہیں اور یہ گزر چکا ہے کہ اطاعت اور تقلید باہم متضاد ہیں۔ لہذا اس آیت سے تقلید کا حکم کشید کرنا غلط ہے۔“

(مقلدین ائمہ کی عدالت میں صفحہ ۳۶، ادارہ مطبوعاتِ سلفیہ راولپنڈی، طبع خامس: ۲۰۰۲ء)

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے شیطان کی پیروی پر اطاعت کا لفظ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک روایت درج کی کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے کہا:

”عمک عصی الله فاندمه و اطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجا۔[سنن سعید بن منصور، ت الاعظمی (۱/۳۰۰، رقم: ۱۰۶۵)، واسناده صحیح، ومن طریق سعید بن منصور اخرجه ابن بطة فی ابطال الحیل (ص:۴۸)، وقد صرح الاعمش عنده بالسماع]...... تمہارے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ نے انہیں شرمندہ کیا اور شیطان کی اطاعت کی، اس لئے ان کی خاطر کوئی راستہ پیدا نہیں کیا۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۷۳)

دورِ نبوی اور صدیقی میں کیا جانے والا کام اجماعی عمل ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

کفایت اللہ سنابلی نے روایت نقل کی کہ دورِ نبوی، دور صدیقی اور دور عمری کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا رہا۔ پھر اسے ”اجماعی مسئلہ“ قرار دیتے ہوئے لکھا:

”اوپر صحیح مسلم کی حدیث پیش کی جاچکی ہے کہ عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اس بات پر اجماع تھا کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۹۸)

دوسری رائے:

اس کے بالمقابل دوسرا رُخ بھی ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم کی حدیث کا مفہوم ہے کہ عہد رسالت میں، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی سالوں میں میں متعہ کیا جاتا رہا۔ (الحدیث)

سنابلی صاحب نے صحیح مسلم کی اس حدیث میں مذکور "متعہ" کو اجماعی کہنے کی بجائے بعض کا عمل قرار دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ہم جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے سبب یہ بھی مانتے ہیں کہ عہد رسالت، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں لوگوں کا متعہ پر عمل تھا... جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ہم منسوخ اور اس پر بعض لوگوں کا عمل مانتے ہیں، کیوں کہ اس کے منسوخ ہونے کا ثبوت موجود ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ بعض صحابہ نسخ سے آگاہ ہونے کے بعد اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۹۰)

کسی محدث کا راوی کو ضعیف کہنا مقبول جرح ہے، اور نہیں بھی

محدثین کا کسی راوی کو ضعیف کہنا قابل قبول جرح ہے یا نہیں ؟ اس میں غیر مقلدین کی دو رائے ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے محمد بن راشد پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

"امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ) نے کہا... محمد بن راشد محدثین کی نظر میں ضعیف ہے... امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) نے کہا: محمد بن راشد ضعیف ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۹۷)

سنابلی صاحب دوسری جگہ ایک راوی کو ضعیف بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۶ھ) نے کہا: صفوان ضعیف ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۲۲)

دوسری رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"رہی یہ بات ابن عیینہ نے کہا: "كنا نتقي حديث داود بن حصين" ہم ان کی حدیث سے بچتے تھے اور عبد الرحمن بن الحکم نے کہا: كانوا يضعفونه ،لوگ ان کی

تضعیف کرتے تھے۔"تو یہ مفسر کلام نہیں ہے اور اس سے مراد مذکورہ دونوں قسم میں سے کسی قسم والی جرح ہے جس کا جواب دیا چکا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۹۸)

دَورِ صحابہ میں قیاس تھا ہی نہیں، اور تھا بھی سہی

پہلی رائے:

مولانا محمد یحیٰ گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام ابن حزم کے الفاظ میں قیاس پر عمل اور تقلید چوتھی قرن کی پیداوار ہیں اور پھر قیاس اور تقلید دونوں لازم ملزوم ہیں یعنی جب سے قیاس آیا تو تقلید بھی ساتھ آئی۔"

(مقلدین ائمہ کی عدالت میں صفحہ ۱۵۷، ادارہ مطبوعاتِ سلفیہ راولپنڈی، طبع خامس: ۲۰۰۲ء)

دوسری رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا:

"اسی پر قیاس کرتے ہوئے دوسری طلاق کے لئے بتاتے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۲۷)

عدمِ ذِکر کو ترجیح ہے، اور نہیں بھی

صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ نے لعان کیا ہے، لعان سے فراغت کے بعد تین طلاقیں دے دیں۔ (صحیح بخاری، رقم: ۵۲۵۹)

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

"ان تینوں صحابہ کی کسی بھی روایت میں لعان کے بعد طلاق کا ذِکر نہیں ہے، جو اِس بات کی زبردست دلیل ہے کہ یہ لعان طلاق کا محتاج نہیں۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۶۹)

دوسری رائے:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عدمِ ذکر نفی ذِکر کی دلیل نہیں ہوتا۔"

(نور العینین صفحہ ۹۵)

شیخ ابو القاسم محمد محفوظ اعوان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کسی چیز کے عدمِ ذکر سے اس کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔"

(المنتقی لابن جارود مترجم صفحہ ۱۷۴، انصار السنۃ پبلی کیشنز لاہور)

دو ضعیف سندیں مل کر حسن لغیرہ کے درجہ میں ہو جاتی ہیں، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابن اسحاق نے عن سے روایت کیا ہے۔ لیکن امام مالک نے ان کی متابعت کر دی ہے، اس کی سند ضعیف ہے، مگر دونوں سندیں مل کر روایت حسن لغیرہ ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۷۰)

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس دوسرے مقام پر سنابلی صاحب ایک اثر کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دکتور مسفر الدمینی نے بھی یہی تحقیق پیش کی ہے کہ یہ بکثرت تدلیس کرنے والے ہیں، اس لئے ان کا شمار تیسرے طبقے میں ہی ہوگا۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسی طریق کی ایک دوسری سند پیش کی ہے جس میں قتادہ کے بعد خلاص نامی راوی کا واسطہ ہے ... عرض ہے کہ اس میں بھی سعید بن ابی عروبہ کا عنعنہ موجود ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۸۰)

یہاں دو سندوں کو حسن لغیرہ کا درجہ نہیں دیا۔

بد اخلاق بیوی کو طلاق دینے کی بابت حدیث صحیح ہی ہے، اور ضعیف بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے "المستدرک للحاکم ط الہند ۲/ ۳۰۲ رقم: ۳۱۸۱" سے حدیث نقل کی:

"تین طرح کے لوگ ایسے ہیں جو اللہ سے دعا کرتے ہیں تو اللہ ان کی دعا قبول نہیں کرتا:

ایک وہ شخص جس کی بیوی بد اخلاق ہو پھر بھی وہ اسے طلاق نہیں دیتا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۷۳)

اس حدیث کی صحت وضعف کے حوالہ سے غیر مقلدین میں اختلاف ہے۔

پہلی رائے:

غیر مقلدین کے ہاں "امام المحدثین" کا لقب پانے والے مصنف شیخ البانی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ چنانچہ شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۷۳)

سنابلی صاحب نے البانی کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا:

"عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ البانی رحمہ اللہ۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۳۲)

دوسری رائے:

اس کے برعکس کئی غیر مقلدین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد علامہ اسحاق الحوینی حفظہ اللہ نے اسے مرفوعاً اور موقوفاً ہر طرح سے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ ان کے ایک صوتی درس میں ان کا بیان ریکارڈ ہے۔ اسی طرح علامہ البانی رحمہ اللہ کے ایک دوسرے شاگرد علامہ مقبل بن الہادی رحمہ اللہ نے بھی اسے مطلقاً ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیں احادیث معلة ظاهرها الصحة ص: (۲۷۰) ہماری نظر میں شاگرد حضرات کی تحقیق ہی راجح ہے۔ اور یہ روایت ضعیف ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۷۳)

گواہوں کے موجودگی کے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اور ہوتی بھی ہے

طلاق کے وقوع کے لئے بوقت طلاق گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں غیر مقلدین کی مختلف رائے ہیں۔ ایک فریق کی رائے ہے کہ گواہوں کی موجودگی کے بغیر دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی،

جب کہ دوسرے گروہ کی تحقیق یہ ہے کہ طلاق دینے کے وقت گواہ نہ ہوں تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

پہلی رائے:

علامہ احمد شاکر غیر مقلد کی رائے ہے کہ بغیر گواہوں کے دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض اہلِ علم کا ماننا ہے کہ طلاق کے وقت گواہ بھی شرط ہے۔ اگر بغیر گواہ کے طلاق دی گئی تو وہ طلاق واقع ہی نہیں ہوگی۔ امام عطاء بن ابی رباح، عبد الملک بن جریج، علامہ احمد شاکر، ابن حزم رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۸۸)

دوسری رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک اس سلسلے میں راجح بات یہ ہے کہ گواہی واجب مانیں یا مستحب۔ بہر صورت طلاق کے وقوع پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام ابوداود رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۵ھ) نے کہا.... مطرف بن عبد اللہ سے روایت ہے: عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی کو طلاق دے دے، پھر اس کے ساتھ صحبت بھی کر لے اور اپنی طلاق اور رجعت کے لئے کسی کسی کو گواہ نہ بنائے تو انہوں نے کہا کہ تم نے سنت کے خلاف طلاق دی اور سنت کے خلاف رجعت کی، اپنی طلاق اور رجعت دونوں کے لئے گواہ بناؤ اور پھر اس طرح نہ کرنا۔[سنن ابی داود(۲/۲۵۷)و صححہ الالبانی ۔] سنن بیہقی کی روایت میں ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہا: فليشهدالآن [السنن الكبرى (٣٧٣,٧) واسناده صحيح ، وابن سيرين سمع عمران كما قال ابن معين ، ورروايته عنه فى صحيح مسلم]" یہ شخص اَب گواہ بنالے۔" اس حدیث میں صحابیِ رسول نے بغیر گواہی کے دی گئی طلاق کو غیر واقع نہیں کہا۔ بلکہ یہ کہا: اس پر اَب گواہ بنالو اور اسے سنت قرار دیا جو حکماً مرفوع ہے۔ اس سے

معلوم ہوا کہ عین طلاق کے وقت گواہ بنا ضروری نہیں، بلکہ بعد میں بھی گواہ بنایا جا سکتا ہے، لہذا اس سے طلاق پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۸۸،۸۹)

خلافِ سنت دی گئی طلاق واقع ہوتی ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کا حوالہ اوپر گزرا ہے کہ گواہوں کی موجودگی کی بغیر دی جانے والی طلاق خلافِ سنت ہے۔ اس میں یہ بات بھی ہے کہ خلافِ سنت ہونے کے باوجود طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس سنابلی صاحب یوں بھی کہتے ہیں کہ خلافِ سنت دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کتاب و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہے اور ایک بدعی عمل ہے تو بدعی اعمال کے بارے میں کتاب و سنت میں ایک اصول موجود ہے کہ یہ مردود و ناقابل اعتبار ہوتے ہیں۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۹۵)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث کا راجح مذہب یہ ہے کہ طلاق اسی صورت میں پڑتی ہے جب سنت کے موافق ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وطی نہ کی ہو۔ اور جو شخص خلافِ سنت طلاق دے یا تینوں طلاق ایک ہی بار دے دے یا سخت غصہ کی حالت میں طلاق دے...... تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع نہ ہو گی۔"

(لغات الحدیث: ۱/ ۲۵، ب)

ابن عمر شرعی مسئلہ میں والد کی رعایت کرتے تھے، اور نہیں بھی

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صرف سنت نبوی ہی کی پیروی کرتے تھے یا خلافِ سنت اپنے والد محترم

کی بھی۔ اس کے متعلق غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خود بھی یہ ثابت ہے کہ وہ طلاقِ حیض کو واقع نہیں مانتے تھے، اور دوسری طرف ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر لوگوں کی تادیب وتعزیز کے لئے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا، اس لئے ظاہر ہے کہ ان کی طرف سے تین طلاقوں کے وقوع کا فتوی اپنے والد کے سرکاری فرمان کی رعایت میں لوگوں کی تادیب وتوبیخ ہی کے لئے تھا۔ اس بابت بھی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔ دیکھئے، ص: ۱۱۰ تا ۱۱۹۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۹۴،۹۳)

سنابلی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''دراَصل طلاق سے متعلق عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دو فتوے ہیں: ایک یہ طلاقِ بدعت واقع نہیں ہوگی۔ مثلاً: بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی، اسی طرح حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کا شمار نہیں ہوگا۔ یہی ان کا اصلی اور شرعی فتوی ہے۔ لیکن ان کے والد نے جب طلاقِ بدعت کو بھی تعزیزاً نافذ کرنے کا فرمان جاری کیا تو اس کی رعایت میں وہ طلاق بدعت کے وقوع کا فتوی دیتے، یعنی بیک وقت تین طلاقوں کو تین بتلاتے اور طلاقِ حیض کو بھی شمار کرتے۔ یہ ان کا اصلی فتوی نہیں تھا، بلکہ سرکاری فرمان کے تحت عارضی فتوی تھا۔ اس کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۱۸)

سنابلی صاحب نے یوں بھی لکھا:

''خلاصہ یہ کہ جب اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی روایت کردہ صریح حدیث کے خلاف موقف اپنا سکتی ہیں تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طلاق سے متعلق اپنی حدیث کے خلاف تو بدرجۂ اولیٰ فتوی دے سکتے ہیں، کیوں کہ ان کے والد نے طلاقِ بدعت کے وقوع کا قانون ہی بنادیا

تھا۔"

(احکام طلاق صفحہ ۲۱۹)

دوسری رائے:

مولانا محمد یحی گوندلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عبد اللہ بن عمرؓ: آپ سنت نبوی کے ایسے محب تھے کہ سنت کی اتباع میں اپنے باپ کے حکم کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اپنے بیٹے سے قطع کلامی کر لیتے تھے۔ حج کے باب میں یہ واقعہ کس قدر مشہور ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا حج تمتع جائز ہے؟ تو انہوں نے جواز کا فتوی دیا۔ سائل نے کہنے لگا: تمہارا باپ (خلیفہ ثانی) تو اس سے منع کرتا ہے اور تم اس کے جواز کا فتوی دیتے ہو۔ اس موقع پر انہوں نے جو جواب دیا وہ [سنابلی جیسے غیر (ناقل)] مقلدین کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے: امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اتباع میرے باپ کی ہوگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔" (مقلدین ائمہ کی عدالت میں صفحہ ۹۳)

اعمش کی تدلیس وجہ ضعف ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ روایت ضعیف ہے، اس میں تین علتیں ہیں: اول: اعمش عن سے روایت کر رہے ہیں اور یہ تیسرے طبقے کے مدلس ہیں۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۶۸)

دوسری رائے:

اس کے برعکس دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور کئی محققین کی نظر میں یہ روایت صحیح ہے مگر اس کی سند میں اعمش کا عنعنہ ہے، لیکن اعمش نے یہاں "عن المسیب بن رافع، عن زید بن وھب" کے طریق سے روایت کیا ہے اور زید بن وہب امام اعمش کے استاذ ہے، اس لئے امام اعمش کو تدلیس کرنی ہوتی تو المسیب بن رافع کو ساقط کر کر کے روایت کرتے جیسا کہ عبد الرزاق کی سند میں انہوں نے المسیب بن رافع کو ساقط

کر کے زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔ لیکن یہاں وہ المسیب بن رافع کے واسطے سے زید بن وہب سے روایت کر رہے ہیں جس سے اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے اس سند میں تدلیس نہیں کی ہے۔" (احکامِ طلاق صفحہ ۵۰۸)

تنبیہ: امام اعمش رحمہ اللہ کی تدلیس مضر ہے یا نہیں؟ اس میں دیگر غیر مقلدین بھی مختلف ہیں۔ کچھ کے ہاں مضر ہے، اور کچھ کے ہاں نہیں۔ مگر ہم نے صرف سنابلی کے حوالوں پر اکتفاء کیا ہے۔

ولم یرھا شیئا صحیح ہے، اور نہیں بھی

ایک روایت ہے جس میں ولم یرھا شیئا جملہ ہے۔ طلاق الحائض کو واقع نہ ماننے والے لوگ اس کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی طلاق کو کچھ نہ سمجھا یعنی اسے واقع خیال نہیں کیا۔ اس روایت کی صحت وضعف میں غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔

پہلی رائے:

ایک فریق کی رائے ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"سند کے اعتبار سے بھی یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۰۲)

سنابلی صاحب نے آگے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے تصحیح کا حوالہ نقل کر کے لکھا:

"علامہ البانی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ نقل کرنے کے بعد اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وھو الحق الذی لا ریب فیه ، یہی بات حق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ علامہ الصنعانی رحمہ اللہ ((المتوفی: ۱۱۸۲ھ) نے کہا: واسنادہ علی شرط الصحیح ، اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۰۳)

دوسری رائے:

جب کہ غیر مقلدین کے دوسرے گروہ کی تحقیق کے مطابق یہ روایت ضعیف ہے۔

مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد نے اسے ”بہ تقدیر صحت۔“ کہہ کر اس کی صحت کو مشکوک قرار دیا۔
(احکام و مسائل: ۴۷۶/۲)

نور پوری صاحب کی عبارت اگلے عنوان ”ولم یرھا شیئا قابل تاویل ہے، اور نہیں بھی“ کے تحت آرہی ہے، ان شاء اللہ۔

ولم یرھا شیئا قابل تاویل ہے، اور نہیں بھی

طلاق الحائض کے متعلق روایت ہے جس میں ولم یرھا شیئا کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ قابل تاویل ہیں یا نہیں؟ اس میں غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ان اہلِ علم نے ظاہری معنی کے اعتراف کے بعد اس کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس تاویل کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۰۲)

سنابلی صاحب نے آگے لکھا:

”امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۶ھ) نے کہا: یہ سند حد درجہ صحیح ہے، اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۰۲)

دوسری رائے:

اس کے برعکس غیر مقلدین کا دوسرا گروہ اس روایت میں تاویل کر کے پہلے فریق کے برعکس مطلب نکالتا ہے۔

مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”رہی روایت وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا“ بتقدیر صحت اس کا معنی ہوگا: ”وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا يَمْنَعُ الطَّلَاقَ“ تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے تو پہلی طلاق در حیض بھی واقع ہو چکی ہے۔“

(احکام و مسائل: ۲/۶ ۴۷)

سکوت ابی داود معتبر ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس روایت پر امام ابوداود سکوت کریں، وہ ان کے نزدیک حجت ہوتی ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۸۰)

دوسری رائے:

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کہتے ہیں:

”ابوداود کا اصول ہے کہ جس حدیث پر سکوت کرے وہ صحیح ہے۔“

(سیرت ثنائی صفحہ ۳۳۵)

تنبیہ: اور بھی کئی غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ جس حدیث پر امام ابوداود رحمہ اللہ سکوت اختیار کریں، وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ حوالہ جات بندہ نے اپنی اسی کتاب میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر حدیث ابی داود کے تحت نقل کر دیئے ہیں۔

فاعلین معلوم نہ ہوں تو بات معتبر ہے، اور نہیں بھی

جب کسی کتاب میں مجہول لوگوں کی طرف سے کسی راوی پر جرح منسوب ہو تو کیا وہ جرح قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ اس میں غیر مقلدین کا طرز عمل دو طرح کا ہے۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے ایک راوی پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

”امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ) نے کہا: ترکوہ، لوگوں نے اسے ترک کر دیا ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۱۰)

یہاں متروک قرار دینے والے لوگوں کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہیں؟ مگر سنابلی صاحب نے اس کو بطور جرح کے پیش کر دیا ہے۔

دوسری رائے:

اس کے برعکس دوسری رائے یہ ہے کہ نامعلوم جارحین کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حافظ ابن عبد البر نے بعض مجہول لوگوں سے ”ضعفوہ“ کا عندیہ دیا ہے۔ یہ ضعیف قرار دینے والے لوگ کون ہیں؟ ہمیں معلوم نہیں۔“

(توضیح الاحکام: ۱/۵۹۷، ۵۹۸)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سوال یہ ہے کہ غیرہ من اھل العلم کون ہیں؟ کیا اہل علم نے جارح مبہم کی جرح کا اعتبار کیا ہے؟“

(توضیح الکلام صفحہ ۳۰۹)

عطاء خراسانی ثقہ ہے، اور ضعیف بھی

تین طلاقوں کے تین ہونے کی ایک حدیث عطاء خراسانی کی سند سے مروی ہے۔ اس راوی کے متعلق غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔ بعض نے ضعیف کہا، اور بعض نے ثقہ۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس روایت کی تمام سندوں میں عطاء الخراسانی موجود ہیں جن کے سبب یہ سندیں ضعیف ہیں۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۸۵)

سنابلی نے دوسری جگہ لکھا:

”عطاء الخراسانی کے ضعف کے سبب بھی یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔“

(احکام طلاق صفحہ ۱۹۲)

دوسری رائے:

شیخ ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عطاء خراسانی... صحیح مسلم کے راوی اور صدوق ہیں۔“

(توضیح الکلام صفحہ ۶۱۲)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

” عطاء بن ابی مسلم الخراسانی :قال ابن عراق الکنانی : الجمهور علی توثیقه ۔(تنزیه الشریعة :۲/ ۳۷۲،ح۲۸)

ترجمہ: عطاء بن ابی مسلم الخراسانی: ابن عراق الکنانی نے کہا: جمہور اس کی توثیق پہ قائم ہیں۔

(علمی مقالات: ۳/ ۳۵۷)

حافظہ پر جرح ”جرح مفسر“ ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے عطاء الخراسانی کے متعلق لکھا:

”ان کے حافظے پر مفسر جرح موجود ہے، لہذا یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۹۲)

سنابلی صاحب نے عطاء الخراسانی کے مزید متعلق لکھا:

”کئی محدثین نے ان کے حافظے پر جرح کی ہے اور یہ سب جرح مفسر ہے۔ اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا ہے کہ ان کا حافظہ کمزور تھا، اور ایسا راوی اگر معروف ومشہور روایت کو تنہا ہی الگ انداز سے بیان کرے تو اس کا منفرد بیان قطعاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اس روایت کو محدثین نے بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۸۸)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"سند میں موجود "محمد بن راشد" اگرچے سچے ہیں، مگر ان کے حافظے پر جرح ہوئی، چنانچہ.....۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۹۷)

سنابلی صاحب دوسری جگہ حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ روایت ضعیف ہے، سند میں موجود "محمد بن راشد" اگرچہ سچے ہیں، مگر ان کے حافظے پر جرح ہوئی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۱۹)

سنابلی صاحب نے ایک راوی کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے "صدوق" ہونا نقل کر کے لکھا:

"اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان کا ضبط اور حافظہ بھی ٹھیک رہاہو، اور اصطلاحی ثقہ وصدوق ہونے کے لئے راوی کا دیانت دار ہونے کے ساتھ ساتھ ضابط ہونا بھی ضروری ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۶۰)

دوسری رائے:

اس کے برعکس سنابلی صاحب نے یوں بھی لکھا:

"ان ائمہ کے اقوال سے پتا چلاکہ یہ راوی عادل اور سچاہے صرف حافظے کے لحاظ سے اس پر جرح ہے، یہی خلاصہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے بھی کیاہے، چنانچہ کہا: وعبد الله بن المؤمل لم يطعن عليه احد الا من سوء حفظه ،عبد اللہ بن مومل پر سوئے حفظ کے علاوہ کسی نے بھی کوئی اور جرح نہیں کی ہے۔" [الاستذكار لابن عبد البر (۲۳/۴)] لہذا یہ راوی جب عادل وسچاہے اور اس کی روایت ساقط نہیں ہے تو اس کی اپنے استاد ابن ابی ملیکہ کے واسطے سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیح ہے...البتہ ...سائل کا نام ابوالجوزاء بتایاہے تو عبد اللہ بن مؤمل کی غلطی ہے جو اُن کے سُوئے حفظ کا نتیجہ ہے،

اس کے علاوہ باقی ان کی پوری روایت صحیح ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۸۰)

ایک کی توثیق سے جہالت رفع ہو جاتی ہے، اور نہیں بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ابو یزید الخولانی کی توثیق میں مروان بن محمد الطاطری کے اس قول کے علاوہ کسی بھی امام کا قول نہیں ملتا ہے، حتیٰ کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اسے ثقات میں ذِکر نہیں کیا ہے، لیکن اہلِ علم نے محض مروان بن محمد الطاطری کی اس تعدیل کے سبب اسے صدوق مانا ہے اور مذکورہ حدیث کو حسن تسلیم کیا ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۱۷)

دوسری رائے:

دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”اسے ابن حبان نے ثقات میں ذِکر کیا ہے۔ اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۸۴)

کتاب وسنت میں رجوع کا لفظ لغوی ہی ہے، اور اصطلاحی بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”فقہی اصطلاح میں طلاق کے باب میں جب مراجعت یا رجوع کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو فقہاء کی اصطلاح میں اس کا خاص معنی یہ ہوتا ہے: طلاق شدہ بیوی سے رجوع کرنا۔ لیکن اس لفظ کا یہ اصطلاحی مفہوم صرف فقہاء کے کلام میں ہی مراد ہوگا اور اگر عین یہی لفظ یا اس سے ملتا جلتا لفظ قرآن و سنت میں مستعمل ہوگا تو اس سے ائمہ کا اصطلاحی معنی مراد لینا غلط ہوگا۔ بہت سارے لوگ یہ بات سمجھ نہیں پاتے اور قرآن وحدیث کی تفسیر و تشریح غلطی کر جاتے ہیں۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۲۶)

دوسری رائے:

اَب دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”معلوم ہوا کہ کتاب وسنت میں رجوع کا لفظ صرف طلاق کے بعد والے اصطلاحی رجوع کرے لئے ہی نہیں آتا ہے، بلکہ اور دیگر معانی کے لئے بھی آتا ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۲۸)

طلاق الحائض کے وقوع کی حدیث صحیح بھی ہے، اور نہیں بھی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے سنن دار قطنی سے حدیث نقل کی کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی۔ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ نے فرمایا:

”وہ اپنی بیوی کو واپس لے لیں، پھر اس کی عدت میں طلاق دیں اور یہ جو پہلی بار انہوں نے طلاق دی ہے، اسے شمار کیا جائے گا۔“

اس حدیث کی صحت کے متعلق غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد مذکورہ حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ روایت ضعیف ہے، کیوں کہ عامر شعبی یہاں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے کوئی روایت بیان نہیں کر رہے، بلکہ براہ راست عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ ان کے دَور کا نہیں ہے، اس لئے ان کی بیان کردہ یہ روایت مرسل ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۷۴)

دوسری رائے:

لیکن اس کے برعکس شیخ البانی غیر مقلد کی تحقیق میں یہ حدیث صحیح ہے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"اس واضح ارسال وانقطاع کے باوجود بھی اس روایت کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا: وهذا اسناد صحيح رجاله ثقات على شرط الشيخين-[ارواء الغليل للالبانی (۱۳۱/۷)یہ سند صحیح ہے،اس کے رجال شیخین کی شرط پر ثقہ ہیں۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۷۵)

ابن شہاب زہری کا عنعنہ ضعف کا سبب نہیں، اور ہے بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے عن معمر عن الزهری عن سالم الخ سند سے روایت نقل کرکے اس کے متعلق حاشیہ میں لکھا:

"اسناده صحيح۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۲۴)

سنابلی صاحب نے ابن شہاب عن ابن عباس سے دوروایتیں نقل کیں، اور حاشیہ میں دونوں کے متعلق لکھا:

"اسنادہ صحیح۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۱۹)

سنابلی صاحب نے ابن شہاب عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان کی سند کو"اسناده صحیح"کہا۔(احکامِ طلاق صفحہ ۵۴۳)

سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں عن معمر عن الزهری عن سالم عن ابن عمر سند سے حدیث نقل کی۔ پھر اس کے متعلق حاشیہ میں لکھا:

"اسنادہ صحیح"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۴۹)

مطلب یہ ہے کہ سنابلی صاحب کے نزدیک زہری کا عن سے روایت بیان کرنا ضعف کا باعث نہیں،

روایت اس کے باوجود صحیح ہی ہوتی ہے۔

دوسری رائے:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"میری تحقیق میں راجح یہی ہے کہ امام زہری مدلس ہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔"

(القول المتین صفحہ ۲۰، مکتبۃ الحدیث اٹک، اشاعت: جنوری/ ۲۰۰۴ء)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کا حکم مروی ہے، لیکن اس کی سند امام زہری کے عنعنہ کی وجہ سے معلول ہے، لہذا میں اس ضعیف روایت سے استدلال نہیں کرتا۔"

(فاتحہ خلف الامام صفحہ ۲۷، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت: ۲۰۰۷ء)

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اگرچہ اس کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں مگر یہ سند امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے کیوں کہ ان پر تدلیس کا الزام ثابت ہے، لہذا اس اَثر کے ذِکر کرنے سے اجتناب کررہا ہوں کیوں کہ یہ میری شرط پر نہیں ہے۔"

(فاتحہ خلف الامام صفحہ ۹۰)

شیخ غلام مصطفی ظہیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ طیوریات (۲/ ۴۰۷) والی روایت امام زہری رحمہ اللہ کی "تدلیس" کی وجہ سے ضعیف ہے۔"

(نکاحِ متعہ تا قیامت حرام ہے صفحہ: ۴۴)

دورِ نبوی اور دور صدیقی میں کیا جانے والا عمل اجماع ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بیک وقت دی گئی تین

طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلاف میں بھی اسی بات پر اجماع ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۰۷)

سنابلی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اجماع ہوا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۳۰)

دوسری رائے:

صحیح مسلم میں متعہ کی بابت حدیث ہے جس کا مفہوم ہے۔ صحابی فرماتے ہیں کہ ہم دور نبوی اور دورِ صدیقی میں متعہ کرتے رہے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے اس متعہ والی اس حدیث کی بابت لکھا:

"ہم جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے سبب یہ بھی مانتے ہیں کہ عہد رسالت، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں لوگوں کا متعہ پر عمل تھا... جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ہم منسوخ اور اس پر بعض لوگوں کا عمل مانتے ہیں۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۹۰)

دورِ نبوی اور دور صدیقی میں کئے جانے والے متعہ کے عمل کو سنابلی صاحب اجماعی کہنے کی بجائے بعض لوگوں کا عمل باور کرا رہے ہیں۔

سفیان ثوری کی تدلیس وجہ ضعف ہی ہے اور نہیں بھی

اگر سفیان ثوری کسی حدیث کو عن کہہ کر بیان کرے تو وہ روایت عن کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہے یا نہیں؟ اس میں غیر مقلدین کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے عن سفیان الثوری عن عبد اللہ بن شریک العامری سند سے روایت نقل کر کے حاشیہ میں لکھا:

”اسنادہ حسن۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۵۲،۵۵۱)

مزید تفصیل کے لئے سنابلی صاحب کی کتاب ”انوار البدر“ دیکھیں۔

دوسری رائے:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سفیان ثوری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ (ثقہ امام فقیہ، مجتہد امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ) مدلس بھی تھے اور ضعفاء وغیر ہم سے تدلیس کرتے تھے، لہٰذا غیر صحیحین میں ان کی معنعن روایت عدمِ متابعت و عدمِ تصریحِ سماع کی صورت میں ضعیف و مردود ہوتی ہے......یہی تحقیق راجح و صحیح ہے۔ راقم الحروف نے اسے نور العینین (طبع جدید ص ۱۳۴، ۱۳۸) اور التاسیس فی مسئلۃ التدلیس (مطبوعہ ماہنامہ محدث لاہور جنوری ۱۹۹۶ء ج ۲۷ عد ۴، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۳) میں اختیار کیا ہے۔“

(توضیح الاحکام: ۱/ ۵۷۰)

صحیح مسلم کی حدیثوں کے صحیح ہونے پر اجماع ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”محدثین کے نزدیک اس روایت کے قبول ہونے کی زبردست دلیل یہی ہے کہ امام مسلم نے اسے اپنی صحیح مسلم میں روایت کیا ہے اور صحیح مسلم کی احادیث کے صحیح و مقبول ہونے پر امت کا اجماع ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۴۳)

دوسری رائے:

مولانا محمد گوندلوی غیر مقلد نے صحیح مسلم کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

”بعض حنفیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ”صحیحین میں جو مدلسین کی روایات ہیں، وہ

سماع پر محمول ہیں'' مگر یہ قاعدہ ان احادیث میں چلتا ہے جہاں تنقید نہ ہوئی ہو۔ یہ قاعدہ ہر جگہ جاری نہیں رہتا۔ اور حدیث زیر بحث پر تنقید ہو چکی ہے۔''

(خیر الکلام صفحہ ۳۰۵، ناشر: مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ، اشاعت: جنوری/ ۲۰۰۲ء)

نافع بن عجیر ثقہ راوی ہے، اور ضعیف بھی

مسئلہ تین طلاق کی ایک حدیث سیدنا نافع بن عجیر کی سند سے مروی ہے۔ اس راوی کی بابت غیر مقلدین کا اختلاف ہے کہ یہ ثقہ ہے یا ضعیف؟

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ کے بارے میں امام ابن القیم رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۵۱ھ) نے کہا: یہ مجہول ہے اس کی حالت کا کچھ پتہ نہیں۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۰۴)

دوسری رائے:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''نافع بن عجیر کو ابن حبان نے کتاب الثقات (۵/ ۴۶۹) میں ذکر کیا اور حاکم نے مستدرک (۳/ ۲۱۱ ح ۴۹۳۹) میں اور ابو داود نے اُن کی حدیث کو صحیح کہا۔ ابو القاسم البغوی، ابو نعیم الاصبہانی، ابو موسیٰ اور ابن حجر عسقلانی وغیر ہم نے اُنہیں صحابہ میں ذکر کیا۔ دیکھئے الاصابہ (۳/ ۵۴۵ ت ۸۶۶۱) خلاصہ یہ کہ نافع بن عجیر یا تو صحابی تھے یا ثقہ و صدوق تابعی تھے، رحمہ اللہ۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اُن راویوں کو مجہول و مستور قرار دے کر اس حدیث کو رَد کر دینا غلط ہے۔''

(توضیح الاحکام: ۱/ ۵۹۸)

طلاق بتہ کے بعد رجوع ہو سکتا ہے، اور نہیں بھی

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے تو اس کے بعد اسے رجوع کا حق ہے یا نہیں؟ اس میں غیر مقلدین

کی آراء مختلف ہیں۔

پہلی رائے:

غیر مقلدین کی طرف سے شائع کردہ مؤطامالک مترجم میں لکھا ہے:

"اہلِ حدیث حضرات کے نزدیک طلاق بتہ سے ایک رجعی طلاق واقع ہو گی۔"

(المؤطا:۲/۴۵۹، تحت حدیث:۱۱۳۵، ترجمہ و تخریج و شرح حافظ ابو سمیعہ محمود تبسم حفظہ اللہ، تحقیقی افادات: علامہ ناصر الدین البانی، ڈاکٹر سلیم الہلالی، احمد علی سلیمان المصری، نظر ثانی: حافظ عبد اللہ رفیق و حافظ حامد محمود الخضری، تقریظ: شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ، اسلامی اکادمی ۱۷۔ا۔الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور)

دوسری رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عہدِ رسالت میں طلاقِ بتہ صرف اس طلاق کو کہا جاتا تھا جو سنت کے مطابق تیسری بار دی جاتی تھی جو طلاق بائن بینونۃ کبری ہوتی تھی۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۰۵)

پہلی طلاق سے رجوع کئے بغیر دوسری و تیسری طلاق دینا جائز ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ایک طلاق دینے کے بعد جب تک آدمی رجوع نہیں کرتا تب تک وہ دوسری طلاق نہیں دے سکتا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۸۷)

دوسری رائے:

کسی نے سوال کیا:

"بغیر رجوع کئے ایک آدمی تین طلاقیں وقفہ وقفہ سے دے سکتا ہے؟ (قاسم بن سرور)"

مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد نے اس کا یوں جواب دیا:

''ہاں دے سکتا ہے۔''

(احکام و مسائل: ۲/ ۴۷۷)

رجوع کے بغیر دوسری اور تیسری طلاق واقع ہے، اور نہیں بھی

پہلی رائے:

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اگر کسی نے سابقہ طلاق سے رجوع کے بغیر دوسری طلاق دی تو یہ ناجائز اور بدعی ہو گی اور اس کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔

(احکام طلاق صفحہ ۸۷)

سنابلی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ طلاق کے بعد بغیر رجوع کے دوسری مرتبہ طلاق دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے ایک مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کے بغیر دوسری مرتبہ طلاق دے دی تو اس آیت کی خلاف ورزی ہوئی۔''

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۴۵)

دوسری رائے:

کسی نے سوال کیا:

''کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو دن میں یکے بعد دیگرے تین دفعہ طلاق کہہ دے۔ کیا رجوع کے لئے حلالہ کرانا فرض ہو جاتا ہے؟

(نصیر احمد، عالم چوک گوجرانوالہ)''

مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد نے اس سوال کے جواب میں لکھا:

''صورتِ مسؤلہ میں چوں کہ تین طلاقیں الگ الگ متعدد مجلسوں میں دی گئی ہیں۔ اس لئے تینوں ہی واقع ہو چکی ہیں۔ لہٰذا یہ عورت اپنے میاں کے لئے حلال نہیں حتی کہ وہ کسی اور

مرد کے ساتھ نکاح کرے، پھر دوسرا خاوند اپنے اختیار سے بلا جبر و اکراہ اسے طلاق دے دے تو پھر وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھنے کا عزم و ظن رکھیں۔"

(احکام ومسائل:۲/۴۹۱)

کسی نے سوال کیا:

"بغیر رجوع کئے ایک آدمی تین طلاقیں وقفہ وقفہ سے دے سکتا ہے؟(قاسم بن سرور)"

مولانا عبد المنان نورپوری غیر مقلد نے اس کا یوں جواب دیا:

"ہاں دے سکتا ہے، اور اس طرح دی ہوئی تین طلاقیں بھی تین ہی واقع ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ﴾ [البقرۃ:۲۲۹]طلاق (رجعی) دوبار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح اپنے پاس رکھا جائے یا اچھے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فان طلهقا فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره ﴾[پھر اگر مرد (تیسری) طلاق بھی دے تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لئے حلال نہ رہے گی، حتی کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔] یہ دونوں آیتیں عام ہیں، مطلق ہیں درمیان میں رجوع کی کوئی تخصیص و تقیید کہیں وارد نہیں ہوئی۔"

(احکام ومسائل:۲/۴۷۷)

نورپوری صاحب نے دوسری جگہ لکھا:

"دونوں آیتیں عام اور مطلق ہیں۔ درمیان میں رجوع اور عدم رجوع والی دونوں صورتوں کو متناول اور شامل ہیں۔ ان آیتوں کو پہلی صورت کے ساتھ خاص کرنے والی کوئی صحیح دلیل اس فقیر الی اللہ الغنی کی نظر سے نہیں گزری۔"

(احکام ومسائل:۲/۴۷۶)

(جاری)

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱)

قومی اسمبلی میں قادیانی شکست اور بریلوی تعصب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک انسان کی سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ اس کے پاس دین کا علم بھی ہو اور وسائل بھی اسے میسر ہوں اور وہ انہیں بروئے کار لا کر دین کی خدمت کرنے کی بجائے اپنی پوری زندگی شر و فساد کی راہوں پر لگا دے اور اہل حق کی تکفیر، تضحیک و تذلیل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے۔ یہ بڑی محرومی کی بات ہے کہ اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی سے ملنے والی صلاحیت سے محروم کر لیا جائے۔ یہ ساری بد بختی آپکو بریلوی فرقہ کے ہاں بخوبی نظر آئے گی اور ایسا کیوں نہ ہو کہ جن کے نزدیک یہود و نصاریٰ کا رد کرنے سے زیادہ اہل حق علماء دیوبند کا رد اور انکی تکفیر کرنا زیادہ بڑا دین کا کام ہو انکے ہاں بد بختی کے سوا آپکو کچھ نہیں ملے گا۔ اس طبقہ کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ کسی بھی طرح علماء دیوبند کیخلاف پروپیگنڈا کر کے انکی دینی خدمات پر پردہ ڈالا جا سکے۔ علماء دیوبند کے بغض میں جلتے بھنتے اس طبقہ نے اسی قسم کی حرکت قادیانیوں سے متعلق 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں ہونے والی کاروائی کے حوالے سے کی ہے اور ختم نبوت جیسے حساس مسئلہ کو بھی اپنی ناپاک فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھانے کی کوشش کی ہے۔

ستمبر 2024ء کو بریلوی تنظیم ختم نبوت موومنٹ پاکستان کی طرف سے 1974ء میں "قومی اسمبلی میں قادیانی شکست" کی کاروائی شائع کی گئی جو کہ تقریباً سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ بندہ کو اسکی پہلی جلد موصول ہوئی تو اس امید سے اسے بہت اشتیاق سے پڑھنا شروع کیا کہ شاید اس میں 1974ء میں ہونے والے دیوبندی بریلوی اتحاد کا خوبصورت منظر پیش کیا گیا ہو گا لیکن ہمیشہ کی طرح اس میں بھی ہمیں وہی کچھ دیکھنے کو ملا جسکی ہمیں توقع تھی۔ تقریباً ساٹھ صفحات کے بعد اسمبلی کی کاروائی کا آغاز کیا گیا ہے اس سے پہلے جو کچھ لکھا وہ پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ بریلویوں نے اس معاملے میں بھی بھرپور تعصب اور بد دیانتی سے کام لیا ہے اور موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم پر خیانت کا الزام لگایا ہے۔

اس کاروائی میں یہ دعوی کیا گیا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شائع شدہ قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ میں مولانا اللہ وسایا صاحب نے خیانت سے کام لیا ہے اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کاروائی میں مفتی مبشر رضا قادری جو کہ انتہائی متعصب اور سرقہ باز مولوی ہے اسکی تقریظ بھی اس پر موجود ہے اور یہ وہی بریلوی مفتی ہے جو علماء دیوبند کو ایک طرف ختم نبوت کا ڈاکو کہتا ہے اور دوسری طرف انہیں علماء دیوبند کو ختم نبوت کا مجاہد بھی مانتا ہے اور انکی ختم نبوت پر کی گئی خدمات کا بھی اعتراف کرتا ہے۔ مولانا اللہ وسایا صاحب پر خیانت کا الزام لگانے والوں میں یہ مفتی صاحب بھی سرفہرست ہیں جو کہ خود سرقہ باز مولوی ہیں، ثبوت طلب کرنے پر دیے جاسکتے ہیں۔

دوران مطالعہ ہمیں بریلوی عالم کی حالت ایسی محسوس ہوئی جیسے کسی بچے سے کوئی کھلونا چھین لیا گیا ہو اور وہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر رونا شروع کر دے کیونکہ انہوں نے جگہ جگہ مولانا نورانی کی قرارداد سے متعلق بلاوجہ کا اپنا رونا رویا ہے جسکا اندازہ آپکو آگے چل کر ہو جائے گا۔

اس میں بریلوی علماء کی جانب سے چند اعتراضات پیش کیے گئے ہیں جن کا جواب ہم ان شاء اللہ تفصیل سے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے لگے ہیں۔

اعتراض:

عالمی مجلس والوں نے اپنی مصدقہ رپورٹ میں مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کی قرارداد کو شامل نہیں کیا کیونکہ اس کے اصل محرک وہی تھے اگر یہ قرارداد پیش کر دی جاتی تو سب کو حقیقت معلوم ہو جاتی کہ اس قرارداد کے اصل محرک مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔

(قومی اسمبلی میں قادیانی شکست صفحہ 43)

جواب:

ہمارے نزدیک یہ انتہائی بچگانہ اعتراض ہے اور اسکو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ دیوبندیوں نے تحریک ختم نبوت کا سارا کریڈٹ اپنے حصہ میں ڈال لیا یہ بھی ناانصافی ہے، اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔۔۔

بریلوی مسلک کی طرف سے یہ اعتراض پیش کیا گیا کہ عالمی مجلس نے اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ میں مولانا شاہ احمد نورانی کی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد کو پیش کیوں نہیں کیا؟ اگر یہ شامل کر دی جاتی

توسب کو پتا چل جاتا ہے کہ اسکا اصل محرک کون تھا۔ساتھ میں انہوں نے مولانا نورانی کی قرارداد کا سکین بھی اپنی کتاب میں بطور ثبوت شامل کیا ہے۔

قارئین کرام! بریلویوں کی اسمبلی کی کاروائی میں مولانا نورانی کی قرارداد کا جو سکین بطور ثبوت انہوں نے پیش کیا ہے اس پر "30 جون 1974ء کی تاریخ لکھی ہے جو کہ 1306 نمبر صفحہ پر درج ہے" جبکہ جو رپورٹ حکومت کی طرف سے شائع ہوئی ہے اس میں 1306 نمبر صفحہ پر کوئی قرارداد موجود ہی نہیں بلکہ اس سرکاری رپورٹ کی شروعات ہی 5 اگست 1974ء سے ہو رہی ہے۔اگر آپ اس سرکاری رپورٹ کو دیکھنا چاہتے ہیں تو درج ذیل لنک پر اصل کاروائی کو دیکھ سکتے ہیں۔

https://archive.org/details/NAProceedings1974

اس مضمون کے آخر پر ہم نے قارئین کی سہولت کے لیے اس کاروائی کے ان صفحات کا عکس بھی لگا دیا ہے

اب ہم بریلویوں سے پوچھتے ہیں کہ چلو تمہارے بقول تو دیوبندیوں کو بریلویوں سے بغض تھا اس لیے انہوں نے مولانا نورانی کی قرارداد کو اپنی شائع شدہ مصدقہ رپورٹ میں درج نہیں کیا تو سوال یہ ہے کہ کیا حکومت کو بھی مولانا نورانی اور بریلوی فرقہ سے کوئی بغض تھا جو حکومتی کاروائی میں بھی مولانا نورانی کی قرارداد کو شامل نہیں کیا گیا!!!

قارئین کرام! یہاں پر بریلویوں نے بلاوجہ کی خیانت کا الزام دھر دیا جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ عالمی مجلس کی طرف سے جو مصدقہ رپورٹ شائع کی گئی تھی اس کو من و عن سرکاری رپورٹ کی کاپی کر کے پرنٹ کیا گیا تھا چونکہ سرکاری رپورٹ میں بھی مولانا نورانی کی قرارداد شامل نہیں تو عالمی مجلس کی مصدقہ رپورٹ میں بھی اسے شامل نہیں کیا گیا تو آپ خود ہی بتائیے کہ اس میں کونسی خیانت ہوئی بھلا؟

اگر مولانا اللہ وسایا صاحب کو کوئی بغض ہوتا تو وہ عالمی مجلس کی شائع شدہ رپورٹ میں مولانا نورانی کو قائد اہل سنت اور امام اہل سنت جیسے القابات سے کیوں نوازتے؟ کیا بریلوی علماء میں اتنا گردہ ہے کہ وہ ہمارے اکابرین کے لیے ایسے القابات استعمال کر سکیں؟

اب رہا مولانا نورانی کی قرارداد کا مسئلہ تو یاد رہے کہ آج تک دیوبند مسلک نے کبھی بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا کہ اس قرارداد کے اصل محرک مولانا نورانی تھے بلکہ بریلویوں کی اس کاروائی کے منظر عام پر آنے سے

پہلے مفتی منیب الرحمان صاحب نے اپنی ایک محفل میں اس پر اعتراض کیا تو مولانا اللہ وسایا صاحب نے آڈیو پیغام جاری کیا جس میں انہوں نے واضح بیان دیا کہ۔۔۔

"اس کے اصل محرک مولانا نورانی ہی ہیں اور وہ اس پر مبارک باد کے مستحق بھی ہیں اور اگر کہیں کسی جگہ مفتی محمود صاحب کو اسکا اصل محرک لکھا گیا ہے تو اس میں نیت کا قصور نہیں بلکہ ایک غلطی سمجھا جائے"(بیان مولانا اللہ وسایا صاحب آڈیو بیان)

مولانا کا یہ بیان آج بھی نیٹ پر موجود ہے اور ناچیز کے پاس بھی محفوظ ہے۔

اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ جو شخص اپنی زندگی میں ہی یہ بیان دے رہا ہے بھلا اسے کیا ضرورت تھی مولانا نورانی کی قرارداد کو چھپانے کی؟ پھر صرف یہی نہیں بلکہ عالمی مجلس والوں نے مولانا نورانی کی اس قرارداد کو تحریک ختم نبوت جلد 3 صفحہ 319 میں شائع بھی کیا ہے جس کا اقرار خود بریلویوں نے بھی اپنی شائع شدہ کاروائی "قومی اسمبلی میں قادیانی شکست" میں بھی کیا ہے لیکن اس پر بھی انہیں چند اعتراضات ہیں جن کا جواب ان شاءاللہ ہم آئندہ پیش کریں گے۔

یہاں تک تو آپ یہ بات جان چکے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت والوں نے مولانا نورانی کی پیش کردہ قرارداد سے متعلق کوئی خیانت نہیں کی البتہ یہ سوال ضرور پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر مولانا نورانی کی قرارداد کو شامل کرنے میں حرج ہی کیا تھا۔

تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ قرارداد چونکہ چیز سرکاری رپورٹ میں شامل نہیں تھی اس لیے اسے اسکا حصہ بھی نہیں بنایا گیا اور اسکی جیسی جو اصل صورت تھی اسے ویسے ہی رہنے دیا گیا البتہ اسے تحریک ختم نبوت میں ضرور شامل کر لیا گیا کیونکہ اسکا تعلق بھی اسی سے بن رہا تھا۔

اب ہمارے بریلوی حضرات کی خدمت میں چند سوالات ہیں۔

1: مولانا نورانی کی قرارداد تو سرکاری رپورٹ میں بھی شامل نہیں ہے تو کیا سرکار کو بھی بریلویوں سے کوئی بغض تھا جو انہوں نے اسے شامل نہیں کیا؟

2: اگر مولانا اللہ وسایا صاحب مولانا نورانی کی قرارداد کو شامل نہ کر کے علمی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں تو آپ کی شائع شدہ کاروائی "قومی اسمبلی میں قادیانی شکست" میں بھی تو علماء دیوبند اور خاص کر وہ علماء کرام جو

اس وقت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کی زیر صدارت اپنی خدمات سر انجام دے رہے تھے انکا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ جبکہ آپ نے اپنے علماء کرام کی خدمات کو جگہ جگہ بیان کیا ہے، کیا یہ آپکی علمی خیانت نہیں ہے؟ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب باتیں موضوع سخن سے تعلق نہیں رکھتی تھیں اس لیے بیان نہیں کیا گیا تو پھر ٹھیک اسی طرح مولانا اللہ وسایا صاحب کے متعلق بھی آپ یہ حسن ظن رکھ سکتے تھے۔

3: آخر کیا وجہ تھی جو آپ اتنے سال تک خاموش رہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مولانا اللہ وسایا صاحب کی اس طرف توجہ مبذول نہ کروائی جسکا رونا آج آپ رو رہے ہیں؟

4: کیا کبھی آپ نے عالمی مجلس والوں سے رابطہ کیا کہ انہوں نے اپنی شائع شدہ کاروائی میں آپ کے بقول خیانت سے کام لیا ہے! اگر رابطہ نہیں کیا تو اسکی کیا وجہ بنی؟ اور اگر رابطہ کیا تھا تو اسکا کیا جواب ملا آپکو جو آپ نے اسکا ذکر نہیں کیا۔

قارئین کرام! یہ ابھی شروعات ہے جس میں چند سوالات اور ایک اعتراض کا جواب ہم نے پیش کیا ہے ابھی مزید آئندہ سوالات اور تلخ حقائق پیش کیے جائیں گے جس میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ اسمبلی کی کاروائی سے متعلق بریلوی علماء نے کس قدر بد دیانتی سے کام لیا ہے اور خود مولانا نورانی نے کن کن جگہوں پر غلط بیانی سے کام لیا ہے یہ سب پیش کیا جائے گا۔

اس سب میں ہمیں ایک بات کی بے حد خوشی ہے کہ بریلویوں نے اپنے طور پر جس کاروائی کو شائع کیا ہے تو یہی کاروائی اب انکے لیے ناموشی کا سبب بنے گی اور انہی کی شائع شدہ کاروائی سے انکے جھوٹ بے نقاب کیے جائیں گے جس کا یہ انکار بھی نہیں کر سکیں گے۔

(جاری)

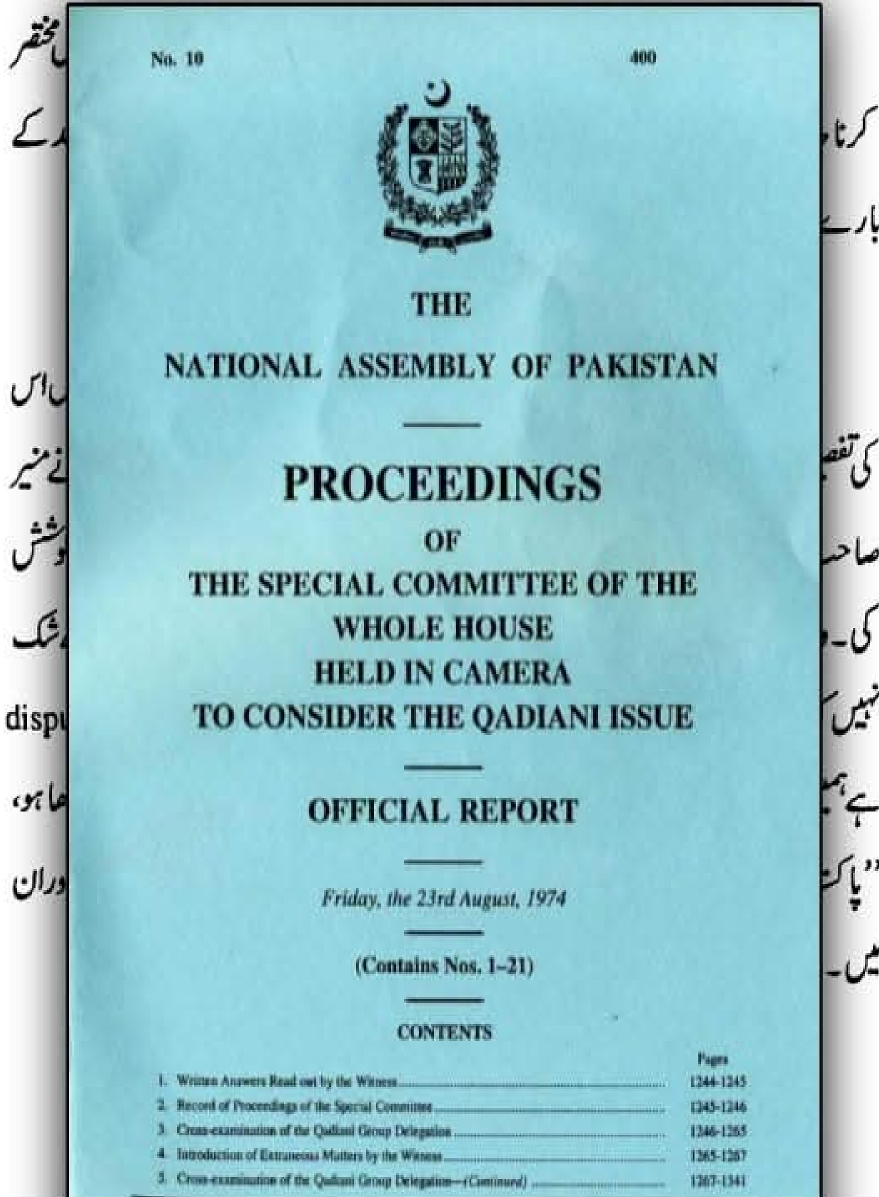
Mr. Chairman: Yes the Attorney-General.

CROSS-EXAMINATION OF THE QADIANI GROUP DELEGATION

جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب! آپ ختم کر چکے ہیں اسے؟

مرزا ناصر احمد: جی۔

1306



No. 10 400

THE

NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

PROCEEDINGS

OF

THE SPECIAL COMMITTEE OF THE WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE

OFFICIAL REPORT

Friday, the 23rd August, 1974

(Contains Nos. 1–21)

CONTENTS

5. Cross-examination of the Qadiani Group Delegation—*(Continued)* 1267-1341

PRINTED BY THE MANAGER, PRINTING CORPORATION OF PAKISTAN PRESS, ISLAMABAD
PUBLISHED BY THE NATIONAL BOOK FOUNDATION, ISLAMABAD

RESOLUTION RE: THE STATUS OF QADIANIS

Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqi: Sir, we beg to move the following:—

"Whereas it is a fully established fact that Mirza Ghulam Ahmad of Qadian claimed to be a prophet after the last prophet Muhammad (peace be upon him);

And whereas his false declaration to be a prophet, his attempts to falsify numerous Quranic texts and to abolish Jihad were treacherous to the main issues of Islam;

And whereas he was a creation of imperialism for the sole purpose of destroying Muslim solidarity and falsifying Islam;

And whereas there is a consensus of the entire Muslim Ummah that Mirza Ghulam Ahmed's follower, whether they believe in the prophethood of the said Mirza Ghulam Ahmad or consider him as their reformer or religious leader in any form whatever, are outside the pale of Islam;

And whereas his followers, by whatever name they are called, are indulging in subversive activities internally and externally by mixing with Muslims and pretending to be a sect of Islam;

And whereas in a Conference of the World Muslim Organisation held in the holy city of Mecca-Al-Mukurram between the 6th and 10th April, 1974, under the auspices of Al-Rabita Al-Alam-e-Al-Islami, wherein delegations from one hundred and forty Muslim organisations and institutions from all parts of the world participated, it has been unanimously held that Qadianism is a subversive movement against Islam and Muslim World, which falsely and deceitfully claims to be an Islamic sect;

Now this Assembly do proceed to declare that the followers of Mirza Ghulam Ahmad, by whatever name they are called, are not Muslims and that an official Bill be moved in the National Assembly to make adequate and necessary amendments in the Constitution to give effect to such declaration and to provide for the safeguard of their legitimate rights and interests as a non-Muslim minority of the Islamic Republic of Pakistan."

The motion may be referred to the Committee.

Movers:

1. Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqi.
2. Maulvi Mufti Mahmood.
3. Maulana Abdul Mustafa Al-Azhari.
4. Prof. Ghafoor Ahmad.
5. Maulana Syed Muhammad Ali Rizvi.

رب نواز بھٹی صاحب (قسط:۱۱)

(بہ سلسلہ غیر مقلدین قرآن وسنت کی کسوٹی پر)

غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت

بھینس بھیمیۃ الانعام میں شامل ہے اور نہیں بھی

خرم شہزاد محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ "بھیمیۃ الانعام" سے مراد اونٹ (نر و مادہ)، گائے (نر و مادہ)، بکری (نر و مادہ) اور بھیڑ (نر و مادہ) ہیں اور انہیں کی قربانی کرنی چاہیے اور بھینس ان چار قسم کے جانوروں میں سے نہیں ہے۔"

(کیا خصی جانور کی قربانی سنت ہے؟ صفحہ ۶۲، ناشر: مکتبۃ التحقیق والتخریج، اشاعت اول جنوری ۲۰۱۷ء)

خرم صاحب نے یہاں صراحۃً کہا کہ بھینسیں "بھیمیۃ الانعام" میں شامل نہیں ہے۔ مگر اسی ہی صفحہ پر جب بھینس کے حلال ماننے کی بات آئی تو اسے "بھیمیۃ الانعام" میں شامل مان لیا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"بعض الناس کا یہ کہنا کہ (جاموس) بھینس کو صرف فقہ حنفیہ نے حلال قرار دیا ہے۔ اُن کا یہ قول باطل ہے۔ "بھیمیۃ الانعام" کے عموم میں سے جاموس (بھینس) حلال ہے۔ مگر قربانی نہیں کی جاسکتی۔"

(حوالہ مذکورہ)

بھینس کی قربانی کے عدم جواز کو قرآنی نص قرار دینے کی جسارت

شیخ خرم شہزاد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں ان کے ہاں دلیل یہ ہے کہ لفظ "بقر" میں یہ بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقر پر قیاس کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ دونوں باتیں غلط ہیں، ایک یہ کہ بقر میں شامل ہونے کی دلیل نہیں، اللہ کے نبی علیہ السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم

سے اس کی قربانی ثابت نہیں۔ دوسرا البقر پر قیاس کرنا تو قرآن وسنت کی واضح نص کے مقابلے میں یہ قیاس باطل ومردود ہے، نیز بعض الناس کا بھینس کی قربانی کے متعلق بزرگوں کے اقوال پیش کرنا، تو یہ اقوال بھی قرآن وسنت کی واضح نص کے مقابلے میں باطل ومردود ہیں۔"

(کیا خصی جانور کی قربانی سنت ہے؟ صفحہ ۶۲، ناشر: مکتبۃ التحقیق والتخریج، اشاعت اول جنوری ۲۰۱۷ء)

جب کہ قرآن میں ایسی کوئی نص نہیں جس میں ہو کہ بھینس کی قربانی جائز نہیں، یا بھینس کی قربانی نہ کرو۔

غیر متعلقہ دلائل سے استدلال

مولانا عبد القدوس گوڑ گانوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مجھے قوی اُمید ہے کہ آئندہ سے ہمارے بھائی جماعت غرباء اہلِ حدیث والے آیت کریمہ یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ وا طیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور حدیث شریف من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ فمات میتۃ جاھلیۃ کو اپنی امارت کے ثبوت میں پیش نہیں کریں۔ اور کسی موحد متبع سنت مسلمان کی موت کو جاہلیت کی موت قرار نہیں دیں گے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۹/ دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۸)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ نہ ماننا نصوص کی مخالفت ہے

الاعتصام میں لکھا ہے:

"حال ہی میں کہوٹہ سے دفتر "الاعتصام" میں ایک استفتاء آیا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ ہونے کے بارے میں کوئی حدیث طلب کی گئی ہے۔ حالاں کہ قرآن مجید کی نصوص صریحہ کی موجودگی میں حدیث کا مطالبہ سراسر بے معنیٰ ہے۔"

(الاعتصام لاہور ۴/ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ نہ ماننے والے کا حکم

الاعتصام میں لکھا:

”باپ ماننے والے کے متعلق حکم شرعی دریافت کیا گیا ہے۔ سو گزارش ہے کہ اس کا حکم ظاہر ہے کہ وہی ہے جو نصوص قرآنی کے نہ ماننے والے کا ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو نزول حقیقی مسیح علیہ السلام کے منکر کا ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو اس شخص کا ہے جس نے قرآن کی تیس آیات آیتوں سے وفات مسیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔“

(الاعتصام لاہور ۴/ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

عنایت اللہ وزیر آبادی گجراتی کا سیدنا عیسی علیہ السلام کا باپ بنانا

الاعتصام میں لکھا:

”اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ میں مسیح کا باپ بنانے کا شوق سب سے پہلے جس شخص کو چرایا تھا وہ سر سید احمد خاں علی گڑھی تھے۔ بعد محمد علی لاہوری مرزائی، پھر گجرات کے من چلے [عنایت اللہ اثری (ناقل)] نے اس پر ایک رسالہ [عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم (ناقل)] ہی لکھ مارا تھا۔“

(الاعتصام لاہور ۴/ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

عنایت اللہ گجراتی بے باک ملحد و محرف

مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

”یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ کا باپ تھا اس قدر غلط اور جہالت آمیز ہے کہ پرانے ملحدین کو بھی اس کے اظہار کی جرآت نہیں ہوئی تھی۔ میری دانست میں سر سید احمد خاں سے پہلے کسی بڑے سے بڑے بے دین کو بھی قرآن عزیز کی آیات متعلقہ کی تحریف میں یہ جرأت نہیں ہوئی جو گجراتی ملحد کو ہوئی، اس نوع کی تحریف بے باک ملحد ہی کر سکتا ہے!۔“

(الاعتصام لاہور ۴/ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

عنایت اللہ اثری کا تعارف

راجہ غلام احمد مدرس شاہدولی دروازہ گجرات نے عنایت اللہ اثری کے متعلق کچھ سوالات کئے جن کا جواب مولانا محمد اسماعیل سلفی نے ایک مکتوب میں دیا۔ الاعتصام میں اس مکتوب کو درج ذیل اعتراف کے ساتھ شائع کیا:

’’اس مکتوب کے وہ حصے ترک کر دیئے گئے ہیں جو خالص نجی قسم کے تھے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب بہت محتاط ہے۔‘‘

(الاعتصام لاہور ۴/ستمبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۴)

اب وہ محتاط مکتوب ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

’’میں اس عالم صاحب کو مدت سے جانتا ہوں ۔ یہ مولوی فضل الہیؒ وزیر آبادی کے عقیدت مند تھے اور سید احمد بریلویؒ شہید کی زندگی اور رجعت کے قائل تھے۔ مجاہدین چمڑ قند کے مال پر خوب گلچھرے اڑائے، پہلی دفعہ غالباً ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد چند دن گرفتار ہوئے، پولیس کی گرفت سے گھبرا کر تائب ہوئے۔ جماعت مجاہدین کو چھوڑ کر مولوی عبد الوہابؒ دہلوی صدر جماعت غرباء اہلِ حدیث کے مرید ہوئے۔ ان کے مدرسہ میں مدرس ہوئے۔ ان کی قیادت میں وعظیں کہتے رہے۔ نزاع کی وجہ سے وہاں سے بھی الگ ہو گئے۔ مولانا عبد الوہابؒ کی حمایت میں مولانا محمد صاحب جونا گڈھیؒ اور باقی بعض علماء اہلِ حدیث سے ذلت آمیز شکست کے بعد دہلی چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان ایام میں حافظ محمد رمضان کا انتقال ہوا تھا، جماعت کو آدمی کی تلاش تھی۔ یہ میرا گناہ ہے کہ ان عالم صاحب کی اقامت کے لیے معاملہ طے کیا۔ راستہ ہموار کیا اور یہ کڑوے پانی کا چشمہ یہاں سے بہنے لگا۔ اباء میں چند رسالے بعض جزوی مسائل کے متعلق لکھے، قلم صاف نہ تھا، نہ ہی زبان اچھی تھی۔ اس سے وہ شہرت خاص نہ ہو سکی جس کے وہ خواہش مند تھے۔ اس کے بعد انہوں نے معجزات کا انکار کرنا شروع کر دیا، اس پر متعدد رسائل لکھے۔ خیال یہ تھا کہ علماء رد کریں گے تحریری سوال وجواب کا سلسلہ چل نکلے گا اس میں بھی کوئی علمی مواد نہ تھا۔ کسی نے رد کی طرف توجہ ہی نہ دی، مسئلہ جوں کا توں رہ گیا۔ اب اس نے ولادت مسیح کی اعجازی نوعیت کا انکار کیا ہے ... ملحد اور بے دین کی اقتدا درست نہیں اور عالم صاحب [عنایت اللہ اثری (ناقل)] کے متعلق علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے... حضرت مسیح کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرنا جو اُن فی الحقیقت باپ نہیں، ماں اور بیٹے دونوں کی توہین اور ان پر

بدکاری کی تہمت ہے آپ کے عالم صاحب (عنایت اللہ (ناقل) یہودی معلوم ہوتے ہیں۔ یہودی حضرت مریم کے متعلق یہی کہتے ہیں ... اگر عالم صاحب کو کوئی کہے کہ آپ کی اہلیہ نے فلاں آدمی سے بچہ جنا ہے۔ یہ کہاں تک خوش ہوں گے۔ صرف باپ ہونا خوبی نہیں، صحیح باپ ہونا خوبی ہے۔ اگر عالم صاحب کی اہلیہ کوئی ایسی غلطی کرکے ان کو کہتی کہ آپ نہ سہی، بہر طور اس بچے کا باپ تو ہے تو کیا فتویٰ ہوتا؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسے شخص کی اقتداء بے دین اور ملحد ہی کر سکتا ہے۔"

(الاعتصام لاہور ۴؍ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

قرآن کی تفسیر خواہش کے مطابق کرنے کی جسارت

مولانا عبد القادر حصاری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آج ملحد لوگ اور گمراہ فرقوں کے علماء اور کئی اہلِ حدیث آزاد شاہ اور اہلِ بدعت گمراہ کتاب وسنت کی تفسیر اپنی رائے اور قیاس اور خواہشات کے مطابق کر رہے ہیں جو شرعی محاورہ کے خلاف ہونے کے علاوہ دیگر اصول شریعہ بلکہ قرآن وحدیث واقوالِ صحابہؓ وتابعین و تبع تابعین وائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تشریحات کے بھی خلاف ہے سو ایسے لوگ گمراہ اور جہنمی ہیں اور جو اہلِ سنت سے خارج ہیں۔"

(اصلی اہل سنت کی پہچان صفحہ ۱۷۵، ناشر: مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، سن طباعت: فروری؍ ۲۰۰۲ء)

مولانا عبد القادر حصاری غیر مقلد عنوان قائم کرتے ہیں:

"کتاب وسنت کی اپنی رائے وقیاس سے تفسیر کرنے والے اہلِ سنت سے خارج ہیں۔"

(اصلی اہل سنت کی پہچان صفحہ ۱۷۴، ناشر: مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، سن طباعت: فروری؍ ۲۰۰۲ء)

تفسیر میں طریقہ سلف سے انحراف

حافظہ مریم مدنی نے لکھا:

”مولانا امر تسری نے...... بعض مقامات پر تفسیر کرتے ہوئے سلف کے طریق کار سے انحراف کیا۔ اس وقت کے علماء مثلاً امام عبد الجبار غزنوی، مولانا عبد الواحد غزنوی، مولانا احمد اللہ امر تسریؒ اور دیگر معاصر علماء نے اس روش پر شدید احتجاج کیا۔“

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اصول، مقالہ برائے ایم فل علامہ اسلامیہ صفحہ ۸)

تفسیر میں گمراہوں کی تائید کرنے کی جسارت

حافظہ مریم مدنی نے مولانا عبد القادر روپڑی غیر مقلد سے نقل کیا:

”تفسیر القرآن بکلام الرحمن کے مقامات مذکورہ بلاشبہ ایسے ہیں کہ فرق ضالہ کے خیالات کو تائید پہنچا سکتے ہیں اور اہل السنت اور اہلِ حدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں اور عند المقابلۃ اس تفسیر سے تمسک کریں۔“

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اصول، مقالہ برائے ایم فل علامہ اسلامیہ صفحہ ۱۴)

تفسیر میں من مانی کر کے معجزات کا انکار کرنا

حافظہ مریم مدنی نے مولانا عبد اللہ روپڑی کی کتاب ”درایت تفسیری“ کے تعارف میں لکھا:

”اس کتاب کی وجہ تالیف محدث روپڑیؒ نے اس کے مقدمہ میں یوں بیان کی ہے !مولوی ثناء اللہ (امر تسری) نے بعنوان ”اجتہاد و تقلید“ ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے نصابِ اجتہاد اور نصابِ تفسیر پر بحث کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کا سمجھنا صرف عربی زبان جاننے پر موقوف ہے یعنی نصاب تفسیر علوم عربیہ ہیں اور اس کے ثبوت کے طور پر عربی زبان میں ایک تفسیر لکھی ہے جو ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں انہوں نے علوم عربیہ (محاورہ عرب) کی بنیاد پر اکثر معجزات اور خرق عادات کا انکار کیا ہے اور فرق ضالہ (معتزلہ نیچریہ وغیرہ کی موافقت کی ہے۔“

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اصول، مقالہ برائے ایم فل علامہ اسلامیہ صفحہ ۴۹)

آیت کی غلط تفسیر کرنا

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے رسالہ ”اجتہاد و تقلید“ کی ساتویں فصل میں لکھا:

''آیت کریمہ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدى و يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى ونصله جهنم سے اجماع ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ اس آیت میں......''

(محدث روپڑی اور تفسیری درایت کے اصول، حافظہ مریم مدنی کا مقالہ برائے ایم فل علامہ اسلامیہ صفحہ ۱۹۳)

حالاں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا اور بعد کے علماء نے اس استدلال کو سراہا ہے۔

قرآنی احکام کو تبدیل کر دینے کی ترغیب

غیر مقلدین کے رسالہ ''الاعتصام'' میں لکھا ہے:

''مسئلہ اجتہاد کے مصنف اور ادارہ ثقافت کے اہم رکن مولانا محمد حنیف صاحب ندوی نے دائرہ اجتہاد کی وسعتوں پر مشہور کمیونسٹ ''اخبار امروز'' کے دہ سالہ نمبر مجریہ ۳/ مارچ ۵۸ء میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جسکی پیچ در پیچ عبارت میں مصداق لیابالسنتھم فرمایا یہ گیا ہے کہ ''مسئلہ وراثت اور عورتوں سے متعلقہ قرآن و حدیث کے صریح حکم تک کو آج کے ارتقائی دَور میں تبدیل کر دینے کی ضرورت ہے۔'' پھر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ ''ایسا کرنا ہو گا ورنہ زمانہ کا مفتی علمائے کرام کے فتوے کا انتظار نہیں کرے گا۔ نئی تبدیلیاں، نئی فقہ اور نئے قانون کی تدوین بہر حال کر کے رہے گا۔'' (ص ۱۳۲) واضح رہے کہ مضمون نگار جمعیت اہلِ حدیث کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔''

(الاعتصام لاہور، اشاعتِ خاص بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صفحہ ۹۳۶)

بھوجیانی صاحب کی یہی عبارت مذکورہ کتاب کے صفحہ ۲۷۷ پہ بھی منقول ہیں۔

قرآنی احکام پر درانتی چلانے کی مذموم حرکت

غیر مقلدین کے رسالہ ''الاعتصام'' میں لکھا ہے:

"ادارہ ثقافت نے "مسئلہ اجتہاد" مستقل کتاب بھی شائع کی جس میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ تبدیلی احوال کی بنا پر اجتہاد جدید کی درانتی سے قرآن وحدیث کے ہر صریح حکم (نص) کو کاٹا جاسکتا ہے۔"

(الاعتصام لاہور، اشاعتِ خاص بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صفحہ ۹۳۶)

بھوجیانی صاحب کی یہی عبارت مذکورہ کتاب کے صفحہ ۲۷۷ پہ بھی منقول ہیں۔ یاد رہے کہ "مسئلہ اجتہاد" مولانا حنیف ندوی غیر مقلد کی کتاب ہے جیساکہ آگے آرہاہے۔ ان شاء اللہ

سورۃ فاتحہ قرآن کا حصہ ہے تو؟

مولانا عبد الغفار خیری اپنے مضمون "سورۃ الفاتحہ" میں لکھتے ہیں:

"اکثر کتابوں میں پیش لفظ یا دیباچہ یا تقریظ شروع میں ہوتی ہے۔ یہ پیش لفظ یا دیباچہ یا تقریظ اگرچہ کتاب کے شروع میں ہوتی ہے پھر بھی اس کو کتاب نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح قرآن عظیم کی شروعات "الم" سے ہوتی ہے۔ بغرض آسانی قرآن عظیم کے تیس پارہ کئے گئے ہیں جس مسلمان سے پوچھا جائے تیس ہی بتائے گا۔ دریافت کرکے دیکھ لو، ہر ایک "الم" کو پہلا پارہ اور "عم یتساء لون" کو آخری یعنی تیسواں پارہ بتائے گا۔ قرآن عظیم پہلے پارہ "الم" سے شروع "عم یتساء لون" تیسویں پارہ پر ختم ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کس پارہ میں ہے۔ ہر مسلمان کے گھر میں قرآن عظیم موجود ہے۔ اس میں دیکھو کہ یہ سورۃ فاتحہ قرآن عظیم کے کون سے پارے میں ہے۔ پہلا پارہ کون سا ہے اور آخری پارہ کون سا ہے۔ یہ مانا کہ قرآن مبین میں سورہ فاتحہ ہے تو کس طرح ہے اور کون سے پارہ میں ہے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و۱۶؍جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ صفحہ ۱۵)

خیری صاحب اس عبارت میں "یہ پیش لفظ یا دیباچہ یا تقریظ اگرچہ کتاب کے شروع میں ہوتی ہے پھر بھی اس کو کتاب نہیں کہا جاتا۔" لکھ کر کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟ یہی کہ جس طرح تقریظ کو کتاب نہیں کہا جاتا ہے اسی طرح فاتحہ بھی قرآن نہیں؟ اگر کچھ اور مطلب ہے تو واضح کریں۔

سورہ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک سب سورتیں قرآن ہے۔ اس لئے فاتحہ بھی قرآن میں شامل ہے

اور بخاری میں حدیث نبوی ہے: ھی اعظم سورۃ من القرآن، یہ قرآن کی بہت عظمت والی سورت ہے۔ باقی رہی سپاروں کی تقسیم تو اس کی بابت خود خیری صاحب نے یوں ''بغرض آسانی قرآن عظیم کے تیس پارہ کئے گئے ہیں'' لکھ دیا ہے۔ خیری صاحب سے یہ سوال بھی بجا ہے کہ سب کے ہاں یہ بات مسلّم ہے کہ قرآن کی ۱۱۴ سورتیں ہیں اگر سورت فاتحہ قرآن کا حصہ نہیں تو پھر ۱۱۴ سورتیں کیسے ہیں؟

===

مفتی محمد افضال صاحب حفظہ اللہ نظر ثانی واضافات مفتی زبیر الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ (قسط:۲)

بولتے حقائق

قاضی شمس الدین صاحب کا حوالہ:

جناب مفتی علی الرحمٰن صاحب نے قاضی صاحب کی بھی ایک عبارت ان کی کتاب مسالک العلماء ص:۲۴۸ سے فتویٰ میں پیش فرمائی ہے، جس میں ایک مجہول الکیفیت تعلق کا قول ذکر فرمایا ہے، معلوم نہیں مفتی صاحب نے اسی کتاب کی باقی عبارات کیوں ترک کر دی چنانچہ قاضی صاحب کا ان مسائل کے متعلق مسلک ذیل کی عبارات سے واضح ہوتا ہے جو اشاعتی حضرات والا مسلک ہی ہے۔

چنانچہ حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں:

”قران کریم میں جس آیت میں شہداء کی حیات صراحۃ اور انبیاء علیہم السلام کی بدلالۃ النص ثابت ہوتی ہے اس آیۃ کی جو تفسیر اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر ﷺ نے کی ہے اسمیں جسد عنصری کے ساتھ روح کے تعلق کا اشارہ تک نہیں ملتا اور جب نہیں ملتا تو صحابہ کرام کس حیات بعد الوفات کا اعتقاد رکھتے ہوں گے وہی جو نبی ﷺ سے سنی جس میں تعلق روح بالجسد العنصری کا اشارہ تک بھی نہیں ملتا کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ نبی پاک ﷺ سے اور سنا ہو اور اعتقاد کچھ اور رکھتے ہوں، ہماری تو یہ جرات نہیں کہ صحابہ سے یہ توقع کریں۔“

(مسالک العلماء۔ ص:۵۳، ط: اشاعت اکیڈمی، پشاور)

جناب قاضی صاحب نے وضاحت فرمادی کہ آپ علیہ السلام نے بھی حیات کی کیفیت بلا تعلق ارشاد فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی اعتقاد تھا، تو قاضی کا اعتقاد اگر تعلق والا ہو تو یہ آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام کی مخالفت ہو گئی۔۔۔ کیا قاضی صاحب سے یہ توقع کی جا سکتی ہے؟

آگے یہ بھی لکھا ہے:

”الغرض نبی ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہؒ، امام بخاریؒ، مسلمؒ،

ابوداؤدؒ کا زمانہ تو یوں گزرا کہ اس حیات الشہداء یا حیات الانبیاء کا مفہوم سمجھا گیا جس میں تعلق روح بالجسد العنصری کا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا"

(مسالک العلماء۔ ص:۵۸، ط: اشاعت اکیڈمی، پشاور)

"اس کتاب میں بڑی رٹ لگائی ہے کہ حیات جسم سے ہی تعلق رکھتی ہے اس سے متاثر ہو کر کوئی یہ خیال کرے کہ صاحب موصوف صحیح کہہ رہے ہیں اور واقعی تعلق الروح بالجسد العنصری کے سوائے حیات کی صورت ہی نہیں سو اسکے متعلق عرض ہے کہ صاحب موصوف جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ سب غلط ہے۔"

(مسالک العلماء۔ ص:۵۹، ط: اشاعت اکیڈمی، پشاور)

"الغرض نبی ﷺ کے زمانہ سے لیکر ائمہ اربعہؒ کے زمانہ تک تو حیات الشہداء اور حیات الانبیاء علیہم السلام کا یہی مفہوم مراد لیا گیا جس کا جسم عنصری سے کوئی تعلق نہیں اور صحابہ کرام تو یہ آیت حیات الشہداء والانبیاء پر دالہ کی اس تفسیر پر ایمان لا کر جو آنحضرت ﷺ کے منہ مبارک سے سنے تھے کہ ارواحھم فی حواصل طیر خضر الخ اور جس کا جسم عنصری سے کوئی واسطہ نہیں نہ معتزلی ہوئے اور نہ روافض ہوئے بلکہ افضل ھدہ الامۃ ہی رہے، کیا جس عقیدہ پر صحابہ کرام تھے اس کو اختیار کرنا اعتزال یا رفض ہے والعیاذ باللہ، بار بار عرض کر چکا ہوں کہ دلیل اس امر کی کہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا یہ ہے کہ وہ اس کے سوائے اور نقل کچھ نہیں کرتے، لہذا یہ لازمی کہنا پڑے گا کہ جو وہ نقل کرتے ہیں آنحضرت ﷺ سے عقیدہ بھی انکا یہی تھا۔"

(مسالک العلماء۔ ص:۶۱،۶۰ ط: اشاعت اکیڈمی، پشاور)

جب نبی علیہ السلام نے بھی تعلق کا اشارہ تک نہیں کیا، صحابہ کرام کا اعتقاد بھی یہی تھا، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ، ائمہ حدیث سب کا عقیدہ بلا تعلق والی حیات روحانی کا تھا تو کیا قاضی تعلق والی حیات کے قائل ہوں گے؟

قاضی صاحب نے اپنا مسلک اپنی ایک دوسری کتاب افادات حسینیہ میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

"اصل نزاع کی چیز یہ ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کا قبر میں نماز پڑھنا، قیام، رکوع، سجود کرنا، اور قران کریم پڑھنا یہ اس جسم عنصری مدفون فی القبر سے ہے یا نہ اور اگر اس سے ہے اور

یہی جسم عنصری کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ سارے افعال کرتا ہے تو روح اس وقت پورے طور پر اسمیں داخل ہوتی ہے یا کچھ داخل اور کچھ خارج رہتی ہے یا داخل تو نہیں ہوتی بتمامہ خارج رہتی ہے مگر خارج رہتے ہوئے اس بدن سے ایسا تعلق معلوم الکیفیہ یامجھول الکیفیہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے وہ بدن اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے جس میں قیام قرات، رکوع سجود کرتا ہے۔۔۔۔اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہی جسم کسی صورت میں صور مذکورہ سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے کبھی قبر میں نماز پڑھتا ہے کبھی قبر سے باہر وادی میں چلا جاتا ہے کبھی بیت المقدس میں اور کبھی آسمان پر۔۔۔۔۔ہمارا مسلک یہ ہے کہ یہ سارے کام ارواح متشکلہ باشکال اجسامہم کے ہیں اور یہی حق سچ ہے اور یہی مذہب جملہ اہل حق ہے۔“

(افادات حسینہ۔ص:۶۱۱،ط:اشاعت اکیڈمی، پشاور)

اسی کتاب میں ہے:

”اگر یہ کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ جسم عنصری بدخول الروح کلہ اور بعضہ اور باعانۃ من خارج کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا تو یہ خلاف اجماع اہل حق ہے۔“

(افادات حسینیہ ص:۶۱۴،ط:اشاعت اکیڈمی، پشاور)

اسی کتاب میں ہے:

”مولوی صاحب (شیخ الحدیث مولانا سر فراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ) قبر صرف اس محفور فی الارض کو بناتے ہیں اور حیات صرف اس جسم کے ساتھ تعلق کو بناتے ہیں۔“

(افادات حسینیہ ص:۶۱۴،ط:اشاعت اکیڈمی، پشاور)

اسی کتاب میں ہے:

”علماء متکلمین جب یہ لکھتے ہیں عذاب القبر حق وہاں قبر سے مراد کیا ہوتی ہے عالم برزخ۔“

(افادات حسینیہ۔ص:۶۱۸،ط:اشاعت اکیڈمی، پشاور)

عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام اکابرین اور معتبر علماء (حضرت مولانا سید عنایت

اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدینؒ، مفسر قران مولانا عبد الغنی جاجرویؒ، ترجمان اشاعت التوحید مولانا سجاد بخاریؒ ابن مولانا حسین علیؒ مولانا عبد الرزاقؒ، شیخ التفسیر مولانا قاضی عصمت اللہ دامت برکاتھم، شیخ الحدیث مولانا محمد حسین شاہ نیلویؒ، مولنا حکیم نور احمد یزدانیؒ) کے دستخطوں سے یہ فیصلہ ماہنامہ تعلیم القران بابت ماہ اکتوبر 1984ء میں شائع ہوا۔۔۔۔یہ تاریخی فیصلہ جماعت کی مرکزی مجلس شوری کی میٹنگ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ملتان میں منعقد ہوا، ذرا ملاحظہ فرمایئے:

ہمارے شیخ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء اور مشائخ کا کتاب وسنت اور ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ کی روشنی میں اپنا مسلک یہ ہے کہ سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ ثابت نہیں۔

ملتان میں ہونے والے اس تاریخی فیصلہ پر استاد العلماء شیخ الحدیث مولنا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کے دستخط بھی موجود ہیں۔۔۔۔یہ فیصلہ ربیع الاول میں ہوا اور ٹھیک چھ مہینے بعد رمضان المبارک میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ انتقال فرماگئے گویا کہ یہ فیصلہ انکی زندگی کے آخری ایام کا ہے۔جو حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر تاریخ کو مسخ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ بھی سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے وہ اس فیصلہ کو پڑھیں اور اپنی اصلاح فرمائیں۔

(مسلک شیخ القران۔ص:۳۹،ط:حسینیہ، سرگودھا)

ان تمام عبارات سے واضح ہے کہ قاضی صاحب اس مٹی والی قبر کو عذاب وثواب کا محل نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ سماع النبی ﷺ کے قائل ہیں، اور نہ ہی اس زمینی قبر میں کسی عبادت یا حیات کے وہ قائل ہیں جس تعلق کی وہ بات کرتے ہیں وہ اہل سنت والا نہیں بلکہ اشاعتی حضرات والا ہے۔

واضح ہو کہ سب سے زیادہ اہل سنت والجماعت کا دان مسائل میں نیلوی صاحب کے بعد حضرت قاضی صاحب نے کیا ہے۔

مسلک الاکابر کا حوالہ:

جناب مفتی صاحب نے المسلک الاکابر کا حوالہ دیا ہے تعلق الروح بالجسد کا، اس کتاب میں تو کوئی نئ

بات نہیں وہی پرانی چالیں ہیں جن کے نیچے منکرین حیات چھپتے ہیں، اس کتاب میں تعلق کا انکار ہے، قبر کا انکار ہے سماع النبی ﷺ کا انکار ہے، اور شروع میں لکھ دیا کہ ہمارا مسلک اکابر دیوبند والا ہی ہے، آسان بات ہے اگر مسلک اکابر دیوبند والا ہے تو پھر تسکین الصدور، مقام حیات وغیرہ کتب میں جو اکابر کا مسلک مذکور ہے کیا وہ جھوٹ ہے یا اکابر کے مسلک میں تضاد ہے، کیا تمام اکابر مدینہ شریف والی قبر میں حیات اور سماع کے قائل نہیں۔۔۔ اور اگر کوئی ایک منکر ہے تو اسکا حوالہ چاہئے۔

چنانچہ کچھ مسلک الاکابر کے حوالہ جات ملاحظہ ہو:

اس کتاب کے ص ۱۲ میں اعادہ کا ذکر ہے اسکے بارے میں شیخ صاحب فرماتے ہیں

"اگرچہ اس اعادہ میں بھی سخت کلام ہے اور یہ مؤول ہے لیکن یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں"۔

(مسلک الاکابر، ناشر: مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام محمد طاہر رحمہ اللہ دار القرآن پنج پیر صوابی)

اسی کتاب میں ہے:

"انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا سماع اور بھی زیادہ مستبعد ہے۔"

(مسلک الاکابر، ص:۳۱، ناشر: مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام محمد طاہر رحمہ اللہ دار القرآن پنج پیر صوابی)

اسی کتاب میں ہے:

"انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہیں۔"

(مسلک الاکابر، ص:۲۴، ناشر: مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام محمد طاہر رحمہ اللہ دار القرآن پنج پیر صوابی)

اسی کتاب میں ہے:

"من صلی علی عند قبری اور ما من احد یسلم علی، جیسی روایات میں سخت جرح، طویل کلام اور فنی ابحاث ہیں بر تقدیر ثبوت ان کا درجہ زیادہ سے زیادہ اخبار احاد اور ظنی کا ہے، اس لئے کسی نص قطعی میں تخصیص یا نسخ نہیں کر سکتیں، لہذا عدم سماع الموتی پر معرض استدلال میں پیش کردہ آیات کے عموم کو باقی رکھتے ہوئے ان میں تاویل کی جائے گی،

اس طرح یہ روایات اپنے امثال کے ساتھ جمع بھی ہو سکتی ہیں اور ضابطہ عدم سماع بھی بر قرار رہ جاتا ہے۔"

(مسلک الاکابر، ص:۴۶،۴۵، ناشر: مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام محمد طاہر رحمہ اللہ دار القرآن پنج پیر صوابی)

جناب مفتی علی الرحمن صاحب مذکورہ حوالہ جات کو ملاحظہ کرے، کہ کیا موصوف مدینہ منورہ کے روضہ اطہر میں جسد اطہر کے ساتھ روح کے تعلق کی وجہ سے حیات کے قائل ہیں؟ اور کیا اس حیات کی وجہ سے درود و سلام عند قبر النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قائل ہیں؟ بینوا توجروا

اسکے بعد تقریبا تمام حوالہ جات دنیوی کی نفی اور برزخی کے اثبات والے ہیں، پھر المہند کا ذکر کیا ہے، اور اسکو مانا نہیں بلکہ دور کی تاویل کر کے اسکا انکار ہی کیا اور اسمیں تضاد ثابت کیا ہے۔

خبر داری: اشاعتی عالم "المہند" کو کبھی نہ مانے گا کسی اشاعتی عالم نے المہند کا صاف اقرار نہیں کیا بلکہ یا تو منکر ہوئے یا انکار بصورت تاویل کیا۔ شیخ صاحب نے بھی انکار تاویل کیساتھ کیا ہے۔ المہند اشاعتی حضرات کے گلی کی ہڈی ہے، یہ الگ مستقل موضوع ہے کہ اشاعتی حضرات المہند کو کیا کہتے ہیں اگر انکے عقائد علمائے دیوبند والے ہیں تو المہند کا انکار کیوں؟ یہ بات واضح ہو کہ اشاعتی حضرات اس قبر کو قبر نہیں مانتے جیسا کہ "المسلک الاکابر" میں بھی اسی کا اقرار کیا ہے۔ زمینی قبر کے انکار سے روضہ پاک کا انکار لازم آتا ہے تو اشاعتی حضرات روضہ ہی کے منکر ہیں تو حیات اور سماع کا کیا مطلب؟

چند حوالہ جات ملاحظہ ہو:

"ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں"۔

(مسلک الاکابر، ص:۲۵، ناشر: مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام محمد طاہر رحمہ اللہ دار القرآن پنج پیر صوابی)

اس میں یہ بھی ہے:

"کشف المغالطات میں ہے: قبر اس گڑھے کا نام نہیں"۔

(مسلک الاکابر، ص:۲۵، ناشر: مکتبۃ الیمان، جامعۃ الامام محمد طاہر رحمہ اللہ دار القرآن پنج پیر صوابی)

مذکورہ حوالے انھوں نے نقل کئے، کیا اس سے وہ اس زمینی قبر کے منکر نہیں؟ تو حیات اور تعلق کا کیا مطلب؟ اہل سنت تو اس گڑھے میں عذاب وثواب و تعلق کے قائل ہیں، اس کتاب میں جو ظاہر بینوں کو کوئی تعلق نظر آتا ہے تو اسکی خود جناب طیب طاہری صاحب نے وضاحت کر دی ہے کہ خرق عادت والا تعلق مراد ہے۔

جناب منظور الحق صاحب کامل پور موسی والوں نے ایک خط میں اسی تعلق کے بارے میں سوال کیا۔ چنانچہ وہ خط نقل کیا جاتا ہے۔

"مسلک الاکابر" میں موت کے بعد جسم اور روح کے تعلق کی عبارت کی مؤلف "مسلک الاکابر" مولانا محمد طیب طاہری صاحب امیر "اشاعۃ التوحید والسنۃ" کی طرف سے وضاحت:

محترم حافظ منظور الحق صاحب اعزکم اللہ تعالی

وعلیکم السلام

1۔ خیریت، آپ کا خط ملا پڑھ کر خوشی ہوئی، آپ کے مضمون نے ماہنامہ التوحید والسنۃ کو جو زینت بخشا وہ قارئین کے خطوط سے خوب عیاں ہے، اور ہمیں اس پر فخر ہے، اللہ تعالی آپ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

2۔ مسلک الاکابر کی عبارت سے جو مراد لیا گیا ہے ایسا نہیں بلکہ قبر میں بدن کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ "در قبر اصلا تعلق روح بدن نیست"۔ (مشکلات القران ص:۹)۔ البتہ عذاب صرف بدن کو دیا جاتا ہے یا صرف روح کو یا دونوں کو اسمیں تین اقوال ہیں۔ راجح یہ کہ دونوں کو، کیونکہ گناہ صرف روح نے نہیں کیا اور نہ بدن نے، جب روح اور بدن دونوں گناہ میں شریک تھے سزا میں بھی شریک ہوں گے، انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی مثال فیض الباری ص ۱۱۵ / ۴ میں اعمی اور اعرج کا پیش کیا ہے ۔ مطالعہ کیجئے، بعض مقامات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صرف روح کو ہے جیسا کہ یفسح له سبعین فی سبعین وغیرہ۔ اور بعض مقامات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عذاب بدن کیلئے ہے جیسا کہ بخاری میں کئی جگہ یہ روایت ہے اور ابو داود ص 1/4 (مر علی قبرین) والی روایت، اب اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ ہے اور عذاب کی کیفیت

اللہ تعالی جانتا ہے کہ بدن کو تعلق روح کے بغیر عذاب کیسے دیتا ہے ؟۔۔۔الخ۔

دعا کی درخواست

محمد طیب طاہری عفی عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۵ھ، ۲۲ فروری ۲۰۰۴ء

(مکتوب سلیم۔ ص:۹۹،۹۸۔ ط: اتحاد اہل السنت والجماعۃ، پاکستان)

چلو آخری سہارا بھی گیا۔ پھر جناب طیب طاہری صاحب کی " دفاع حق " پر تقریظ ہے اور اسمیں معتزلہ اور صالحیہ کے مذہب کا مجموعہ لکھا ہے کہ روح کو الگ عذاب ہوتا ہے اور بدن کو الگ، جیسا کہ مسلک الاکابر میں بھی اسی مسلک کو اختیار کیا گیا ہے گویا:

معتزلہ + صالحیہ = اشاعتی حضرات

دفاع حق میں ہے:

"تعلق روح مع الجسد قبر کے اندر ہو قران کریم کی آیت کا انکار لازم آتا ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے :" اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی"۔

یہ آیت روح کے عدم اعادہ پر قطعی الدلالۃ ہے۔

(دفاع حق. ص:۵۲، ط: ابوذکوان، تورڈھیر)

اس کتاب پر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب اور طیب طاہری صاحب دونوں کی تقریظ ہیں۔

یہی دفاع حق کا مصنف لکھتا ہے:

"حیات بسیطہ جسے نوع من الحیاۃ یا ادراک برزخی سے تعبیر کیا جاتا ہے الحمد للہ ہم اس کے قائل ہیں جسکے باعث جسد کو اس اس عذاب کا ادراک ہوتا ہے جو روح پر اصالۃ طاری ہو رہا ہے"

(موت کا پیغام۔ ص:۲۱۵، ط: تعلیم القرآن، تورڈھیر)

حیات بسیطہ روح کے بغیر زندگی جیسے پتھروں، مٹی وغیرہ میں موجود ہیں، اشاعتی حضرات اسی کے قائل ہیں۔ معلوم ہوا کہ اشاعت التوحید کے موجودہ امیر صاحب تعلق اور اس زمینی قبر میں کسی قسم کے عذاب وثواب

کے قائل نہیں۔

جناب علامہ سجاد بخاری صاحب کا حوالہ:

جناب مفتی صاحب نے علامہ سجاد بخاری صاحب کا بھی حوالہ اقامۃ البرھان نامی کتاب سے دیا ہے، ذیل میں اقامۃ البرھان کے حوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیا عقیدہ ہے۔ ملاحظہ ہو

"اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مردے سنتے نہیں اور ارواح جو زندہ ہیں ان کا ان مردہ بدنوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں"۔

(اقامۃ البرھان۔ ص:۸۴، ط: کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"البتہ جب اللہ تعالی کسی میت کو کسی زائر کی کوئی بات سنانا چاہے تو اسکی روح کا اس کی قبر یا اسکے بدن سے تعلق پیدا کر کے سنا دیتے ہیں"

(اقامۃ البرھان۔ ص:۸۴، ط: کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"روح کو قبر والے بدن سے کوئی تعلق نہیں الا اذا شاء اللہ"۔

(اقامۃ البرھان۔ ص:۸۵، ط: کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"البتہ جب کبھی اللہ چاہے کہ کسی زائر کا کلام یا سلام کسی فوت شدہ کو سنا دے تو اسکی روح کا اسکی قبر سے تعلق قائم فرما دیتا ہے جس سے روح زائر کا کلام وسلام سن لیتی ہے اس تعلق کو اشراف وغیرہ تعبیرات سے ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ تعلق دائمی نہیں ہوتا بلکہ مشیت باری تعالی کے تحت کبھی کبھی ہوتا ہے"

(اقامۃ البرھان۔ ص:۱۰۰، ط: کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"حیات جسد کا سبب عادی روح ہے اور موت سے روح کا جسد سے تعلق بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہے

اور خروج روح سے جسد کی حیات اور ادراکات ختم ہو جاتے ہیں"

(اقامۃ البرھان۔ ص:۹۸، ط: کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی)

ان تمام عبارات سے واضح ہے کہ یہ تعلق دائمی نہیں کبھی کبھی مشیئت الٰہی پر موقوف ہے اور خود فرمایا:

"اور مشیئت الٰہی معلوم نہیں اور غیر معلوم شرط معدوم کے حکم میں ہے"۔

(اقامۃ البرھان۔ ص۹۳، ط: کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی)

یعنی تعلق معدوم ہے، کیونکہ شرط یعنی مشیت کا علم نہیں تو مشروط بھی معدوم۔ ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ وہ کسی قسم کے تعلق کے قائل نہیں۔

نداء حق کا حوالہ:

دوسرا حوالہ جناب علی الرحمن صاحب نے نداء حق کا دیا ہے، یہ کتاب اشاعتی حضرات کے نزدیک بہت ہی زیادہ معتبر ہے تقریباً بعد والے اکثر اشاعتی حضرات اسی کتاب کے خوشہ چین ہیں اور اسی سے حوالہ جوڑ جوڑ کر کتب بناتے رہتے ہیں، جبکہ نیلوی صاحب نے اس کتاب میں واضح طور پر، حیات میت، سماع میت، ادراک میت، قبر، تعلق الروح بالبدن تمام مسائل میں اہل سنت کے مذہب کا انکار کیا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

نیلوی صاحب اپنی کتاب رد منکرات حیات الاموات میں فرماتے ہیں:

"حیات کے سات معنی ہیں:

ا۔ایک معنی متعارف، ۲۔ دنیا میں ذکر جمیل اور آخرت میں اجر جزیل عطا ہونا، ۳۔ اجساد اور ابدان عنصریہ کا اپنے اپنے مدفنوں میں صحیح سلامت رہنا اور تہہ زمین میں بوسیدہ نہ ہونا ،۴۔ ارتفاع الغم ،۵۔ معنی مجازی باعتبار مایول الیہ یعنی قیامت کو زندہ ہونگے ،۶۔ نمو عمل، ۷۔ مردہ کو مرنے کے بعد نہلانے کا حکم ہے اور زندہ کو نہلانے کا حکم نہیں۔

ان سات معنی میں ایک معنی میں آپ بھی حضرت ﷺ کو میت کہتے ہیں کہ آپ کو بعد از وفات نہلایا، کفن دیا، قبر کھودی، لحد بنائی اور آپ ﷺ کو دفن کیا، اور پانچ معنوں کی رو سے آپ بھی انبیاء کو زندہ مانتے ہیں اور ہم بھی زندہ مانتے ہیں ان میں ہمارا تمہارا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف ہے تو صرف معنی متعارف میں اور اسمیں پانچ گروہ ہیں۔"

ان میں تیسرا مذہب ان الفاظ سے بیان فرمایا:

"بعد از وفات روح ملا اعلی میں ہے لیکن جسد اطہر سے روح کا تعلق اشرافی یا اشراقی ہے (کوئی بزرگ)۔"

اور پانچواں مذہب ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"آپ علیہ السلام کی حیات مثل حیات شہداء ہے بلکہ بدرجہا اس سے اعلی وافضل ہے۔"

پھر فرمایا:

"پانچواں مذہب اہل حق کا ہے۔"

پھر فرمایا:

"آپ ایک نامعلوم بزرگ کے قول کو لے کر ناچتے پھرتے ہیں اور عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔"

(رد منکرات حیات الاموات۔ ص:84، ط: الفیصل۔ جامع مسجد ذوالنورینؓ، ظفر آباد، پرانا چنیوٹ روڈ، جھنگ صدر)

نیلوی صاحب نے جس مذہب کو رد کیا اور کسی نامعلوم بزرگ کی طرف منسوب کیا، یہی تو اہل حق کا مذہب ہے، اسکو رد کر دیا، اور حیات شہداء کا قول لیا، معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حیات شہداء میں جسم اور روح کا تعلق نہیں ہوتا ہے، اس سے بالکل واضح ہے کہ وہ اہل حق کی طرح تعلق کے قائل نہیں، اور اس کتاب پر شیخ القران مولانا محمد طاہرؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ، عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب، قاضی شمس الدین صاحبؒ اور غیر مقلد واشاعتی عبد السلام صاحب کی تقاریظ بھی ہیں۔

اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

"جب آپ نے نداء حق کی تردید لکھی تھی تو اصولی بات تھی کہ آپ صاحب نداء حق کو ایک نسخہ ضرور بھیجتے، جیسے نداء حق لکھی گئی تھی تو حضرت شیخ الحدیث جناب ابو الزاہد صاحب مد ظلہ العالی کو بجائے ایک نسخے کہ چھ نسخے ہم نے بھیجے۔"

(رد منکرات حیات الاموات۔ ص:۱۵، ط: الفیصل۔ جامع مسجد ذوالنورینؓ، ظفر آباد، پرانا چنیوٹ روڈ، جھنگ صدر)

اس سے معلوم ہوا کہ نداء حق تسکین الصدور کا جواب ہے ،اور معلوم ہوا کہ تسکین الصدور میں حیات انبیاء بتعلق روح باجساده العنصريه فى هذه القبور العرفية کا اثبات تھا، کیا جناب علی الرحمن صاحب یہ بتاسکتے ہیں کہ نداء حق میں تسکین الصدور کے کس عقیدہ کا رد لکھا ہے۔ تسکین الصدور میں تو اہل سنت کے عقائد لکھے ہیں، بریلویہ کے نہیں، جب ان کا رد تقریباً ۱۲۰۰ صفحات میں کیا، تو کیا اب بھی کوئی ذی عقل کہہ سکتا ہے کہ نیلوی صاحب تسکین الصدور میں لکھے گئے عقائد کو مانتے ہیں۔ اگر وہ بھی قائل ہیں تو رد کیوں لکھا؟

غلط فہمی کا ازالہ:

علامہ نیلوی کی بعض عبارات میں قبر کے عذاب میں جسد عنصری کے اجزائے اصلیہ کے شمول کا بھی ذکر ہے جس سے بعض اوقات یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شاید وہ اسی قبر میں اور اسی جسد عنصری کے عذاب وثواب کے قائل ہیں، جیسا کہ یہی شبہ ہمارے مفتی صاحب جناب علی الرحمن کو بھی ہوا ہے یا انھوں نے دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے، اجزائے اصلیہ کیا ہیں اور بعد الموت وہ کہاں ہوتے ہیں اسکی تعیین جناب نیلوی صاحب ہی کے حوالہ جات سے کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اس قبر میں اس جسم کے عذاب وثواب کے قائل نہیں۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

> ”انسان کے اجزائے اصلیہ وہی ذرات ہیں کہ جو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذرات کی شکل میں عہد لینے کے لئے نکالے گئے تھے۔“

(نداء حق۔ ۱/ ۲۶۵، ط: اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

> ”مگر انکی باقاعدہ اپنی اپنی شکل وصورت تھی عقل رکھتی سنتی سمجھتی ہلتی حرکت کرتی چلتی پھرتی تھی عہد وپیمان اور گواہ بننے کے اہل تھی اور باقاعدہ اپنا جسم رکھتی“

(نداء حق۔ ۱/ ۲۶۲، ط: اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

> "عاقل بالغ تھے مرد عورت کی الگ الگ ممتاز صورت تھی سن بول سکتی تھی بعض

خوبصورت تھی بعض بدصورت"

(نداء حق۔ا/۲۶۳،ط:اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

"اولاد سے وہی نسمہ مراد ہے جو عالم ذر سے منتقل ہو کر عالم دنیا میں اس جسد عنصری میں آیا ہے۔"

(نداء حق۔ا/۲۶۳،ط:اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

"اور فلسفہ اسلام کے علماء اس کو جزء لایتجزی سے تعبیر کرلیتے ہیں"

(نداء حق۔ا/۴۳،ط:اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

"پس حقیقی انسان جو احکام شرعیہ کا مخاطب اور مکلف ہے وہ روح اور ان اجزائے اصلیہ کے مجموعہ کا نام ہے"۔

(نداء حق۔ا/۲۷۱،ط:اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

"بہر حال انسان پر موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالی فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ ان اجزائے کو اپنے قبضہ میں کرلے جو دراصل انسان ہے"

(نداء حق۔ا/۴۴،ط:اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ نوع من الحیاۃ خاص قسم کی حیات یعنی حیاۃ برزخیہ مراد ہے اور وہ تمام اجزائے عرفیہ میں نہیں ہے بلکہ بعض اجزاء میں ہے اور وہ ہیں اجزائے اصلیہ جو ابتداء سے انتہاء تک رہتے ہیں"

(۳۴۹/۱،ط:اشاعت اسلام)

اس میں یہ بھی ہے:

"جن علماء نے عود روح لکھا ہے اس سے سارا جسم مراد نہیں بلکہ علی سبیل المجاز بعض حصہ جسم کا مراد ہے جس طرح یجعلون اصابعھم فی اذانھم میں اصابع بول کر انامل مراد لئے گئے ہیں اسی طرح یہاں جسد بول کر اس سے وہ اجزائے اصلیہ مراد لئے گئے ہیں جو عالم ارواح میں تھے"۔

(۲۲۶/۱، ط: اشاعت اسلام)

مجموعہ رسائل نیلوی میں ہے:

"یہی جزء ہے جسکے قبضہ کرنے کا حکم اللہ تعالی فرشتوں کو دیتے ہیں"۔

(۲/ ۱۱۰، ط: اشاعت العلوم)

مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ نیلوی صاحب کے نزدیک انسان کے اجزائے اصلیہ وہ ہیں کہ جن سے عالم الست میں وعدہ لیا گیا تھا، اور پھر دنیا میں اپنے مقررہ وقت میں جسم میں منتقل ہوتے ہیں اور پھر موت کے وقت فرشتے روح کے ساتھ انکو بھی زندہ یا مردہ حالت میں قبض کر لیتے ہیں اور علیین یا سجین میں پہنچا دیتے ہیں، اور قبر میں پڑا جسم اجزائے زائدہ کا مجموعہ ہے جو نہ اصل انسان ہے اور نہ ہی اسے کوئی عذاب وثواب ہوتا ہے۔

اشاعتی تعلق: اشاعتی حضرات کی کتب میں بعض اوقات جسم سے تعلق، نوع من الحیاۃ وغیرہ کی تعبیرات ملتی ہیں جس سے دھوکہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اہل سنت کی طرح تعلق الروح بالبدن اور میت میں حیات کے قائل ہیں لیکن یہ صرف دھوکہ ہی ہے، اشاعتی حضرات جس تعلق کے قائل ہیں اسکے بارے میں چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

اقامۃ البرھان میں ہے:

"ارواح انبیاء علیہم السلام کا ان کے بدنوں سے جو تعلق ہے اسکی تعبیر اتصال سے کی جائے اشراف سے یا اشراق سے بہر حال یہ تعلق انکے بدنوں میں صفت حیات پیدا کرنے کیلئے نہیں۔۔۔۔ بلکہ یہ تعلق محض اتصال اور قرب کا ہے۔"

(ص۔ ۱۹۰، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"اور اس تعلق اتصال سے بدن میں صفت حیات پیدا نہیں ہوتی۔"

(ص۔ ۱۹۲، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"قبروں میں بھی انکی روحیں ہی متمثل ہو کر نماز پڑھتی ہیں"

(ص۔ ۱۹۰، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"یہ حیات دنیوی نہیں نہ اس میں روحوں کا انکے عنصری بدنوں سے ایسا تعلق ہے جو ان میں مفید حیات ہو"

(ص۔ ۲۰۴، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی)

اس میں یہ بھی ہے:

"کیونکہ یہ تعلق بدن عنصری میں صفت حیات پیدا کرنے سے قاصر ہے"

(ص۔ ۱۵۹، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی)

اشاعت التوحید کے معتبر عالم شہاب الدین خالدی فرماتے ہیں:

"دونوں عقیدے روح کا جسم میں داخل ہونا اور روح کا جسم سے تعلق ہونا غلط ہیں۔"

(عقائد علماء اسلام۔ ص: ۳۴۹، ط: جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ، نوشہرہ)

اس میں یہ بھی ہے:

"اگر قبر میں مدفون بدن میں روح کے لوٹائے جانے یا روح کے قبر میں مدفون جسم کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا تو دوسری قسم کی حیاۃ کا قول کرنے کی کیا ضرورت تھی"

(عقائد علماء اسلام۔ ص: ۳۵۳، ط: جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ، نوشہرہ)

اس میں یہ بھی ہے:

"ان حوالہ جات سے اتنی بات واضح طور پر ثابت ہے کہ نہ تو روح بدن میں واپس آتی ہے اور نہ ہی روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہے"۔

(عقائد علماء اسلام۔ ص: ۳۵۴، ط: جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ، نوشہرہ)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"حساب کتاب اور عذاب وثواب جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اسکی روح سے ہوتا ہے"

(مجموعہ رسائل نیلوی، جلد دوم، عقیدہ عذاب قبر ص: ۱، ط: اشاعت العلوم)

امام اہل سنت علامہ سر فراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بدن کے ذرے ذرے کو عذاب ہوتا ہے یہاں انکی بدن سے کیا مراد ہے اگر بدن مثالی ہے تو وہ ذرہ ذرہ نہیں ہوتا اور اگر بدن عنصری مراد ہے تو سوال ہے کہ وہ عذاب روح کے تعلق کے بغیر ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو ہم نے تسکین الصدور ص ۸۶ میں علامہ خیالی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ قول نری حماقت ہے اور اگر روح کے تعلق سے ہے تو اہل حق کا قول تسلیم کر لیا جس کیلئے جناب نیلوی صاحب کا ذہن کسی قیمت پر آمادہ نہیں ہے ہاں مجبور ہو جائیں تو معاملہ الگ ہے"

(المسلک المنصور۔ ص: ۷۱، ط: صفدریہ)

ان تمام عبارات سے واضح ہے کہ جو تعلق اشاعتی حضرات مانتے ہیں وہ عجائب گھر کی زینت بننے ہی کے لائق ہے ۔۔۔اس تعلق سے نہ جسم میں صفت حیات پیدا ہوتی ہے نہ میت سنتا دیکھتا کلام کرتا ہے نہ عبادت کر سکتا ہے، اور پھر یہ تعلق اس قبر میں نہیں اور نہ ہی اس جسم کے ساتھ ہے اور پھر دائمی بھی نہیں حوالہ جات گزر چکے ہیں، یہ تعلق کی ایک بدعی قسم کا ہے۔ اہل سنت اس کے قائل نہیں، بلکہ اہل سنت تو میت کو سماع اور کلام، صلوۃ، تلاوت اور عبادات کا اہل مانتے ہیں جیسا کہ یہ تمام اعمال میت کیلئے صحاح کثیرہ سے ثابت ہیں تفصیل کیلئے دیکھو، تسکین الصدور، کتاب الروح، شرح الصدور، احوال القبور وغیرہ کتب۔

(جاری)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱)

احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں

شیخ البانی کی من مانیاں

احادیث کے رَدو قبول میں من مانیوں کی غیر مقلدانہ داستان بہت لمبی ہے۔ہم اس کی ابتداء شیخ البانی سے کرتے ہیں۔ایک تو اس لئے کہ غیر مقلدین کے ہاں البانی سب سے زیادہ قد آور اور بے مثال شخصیت ہیں اور ان کے بقول ایساعالم صدیوں بعد پیدا ہوا ہے۔حوالہ جات آگے آنے والے عنوان "احادیث کی تصحیح وتضعیف میں من مانیاں کرنے والے شیخ البانی کو غیر مقلدین کا خراجِ تحسین" کے تحت نقل کروں گا، ان شاءاللہ۔

دوسرا یہ کہ آج کل غیر مقلدین کی کتب جو منظر عام پہ آرہی ہیں، ان میں تصحیح وتضعیف کی بابت شیخ البانی کا فیصلہ نقل کیا جاتا ہے جیساکہ آگے غیر مقلدین کا اپنا اعتراف ہم باحوالہ ذِکر کریں گے ان شاءاللہ۔

البانی کا کوئی اُصول یا قاعدہ نہیں تھا

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "البانی صاحب کسی طبقاتی تقسیم مدلّسین کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ اپنی مرضی کے بعض مدلّسین کی معنعن روایات کو صحیح اور مرضی کے خلاف بعض مدلسین (یا ابریاء من التدلیس) کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔اس سلسلے میں ان کا کوئی اصول یا قاعدہ نہیں تھا۔"
>
> (علمی مقالات:۳/۳۱۷)

علی زئی صاحب کی مذکورہ عبارت ان کی کتاب "توضیح الاحکام المعروف فتاویٰ علمیہ:۲/۳۳۰"... اور... "نور العینین صفحہ ۳۸۸"طبع جدید پر بھی موجود ہے۔

تصحیح وتضعیف کا اصول بھی من مانا تھا

شیخ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد نے البانی کے متعلق لکھا:

"تصحیح وتضعیف کا اصول بھی ان کے نزدیک من مانا تھا کوئی مسلمہ اصول نہیں تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث کو ایک جگہ ضعیف قرار دیا تو دوسری جگہ اس کی تصحیح کر دی کسی جگہ کسی راوی کو ثقہ قرار دیا تو دوسری جگہ ضعیف اور اس کی بے شمار مثالیں ان کی تحریروں میں مل سکتی ہیں۔"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۷، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

سنن اربعہ پر طبع آزمائی

علامہ البانی نے سنن اربعہ کے دو دو حصے کر دیئے جو صحیح نسائی۔ ضعیف نسائی۔ صحیح ترمذی، ضعیف ترمذی۔ صحیح ابوداود، ضعیف ابوداود اور صحیح ابن ماجہ، ضعیف ابن ماجہ کے نام سے شائع ہیں۔ ضعاف کے مجموعہ میں ایک اندازہ کے مطابق قریباً تین ہزار حدیثوں کو شامل کیا۔ البانی کی اس جسارت پر خود ان کے اپنے بھی کچھ نہ کچھ لکھنے پہ مجبور ہو گئے۔

چنانچہ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد نے لکھا:

"شیخ البانی نے بخاری ومسلم کی بعض روایتوں کو سلسلہ ضعیفہ اور موضوعہ میں درج کر دیا۔ بقیہ کتب ستہ میں سے ۴ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے صحیح اور ضعیف کے نام سے اسناد حذف کر کے شائع کرا دیا۔ جہلاء نے سمجھ لیا کہ آج تک اس ٹکر کا کوئی محدث گزرا ہی نہیں، لہٰذا کسی حدیث کو صحیح ماننے کے لیے شیخ البانی کی تصحیح لازمی ہے"۔

(مقالاتِ شاغف ص ۳۶۳، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

غیر مقلدین کے "فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا حافظ" محمد امین (تقویۃ الایمان ماموں کانجن) لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے اہل حدیث یا محدثین کے نام پر ایک نیا اندازِ فکر متعارف کروایا جارہا ہے۔ جسے اہل ظاہر یا خوارج کا انداز فکر کہا جا سکتا ہے۔ جس میں اعتدال نام کی کوئی چیز نہیں بلکہ انتہا پسندانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ تشدد کو پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے بعض متشددین محدثین کے اصول جنہیں جمہور محدثین نے ترک کر دیا تھا دوبارہ نافذ کیے جارہے ہیں معتبر احادیث کو سند میں معمولی ضعف کی وجہ سے غیر معتبر قرار دے کر ان پر عمل کرنے کو ناجائز قرار دیا جارہا ہے

جب کہ جمہور محدثین نے ان احادیث کو شواہد اور قبولیت کی وجہ سے حسن قرار دے کر قابلِ عمل قرار دیا تھا صحاح ستہ میں اس قسم کی احادیث کی عظیم مقدار کو باقاعدہ ”ضعاف“ کے عنوان سے الگ جمع کر دیا گیا ہے اور عوام الناس کو ان پر عمل نہ کرنے کی تلقین کی جارہی ہے، حالاں کہ اصولِ حدیث کے لحاظ سے متاخر محدثین کی تصحیح و تضعیف معتبر نہیں۔“

(نماز کے بعد دعائے اجتماعی صفحہ ۱۲۰، تالیف ابو مسعود مولانا عبد الجبار سلفی غیر مقلد)

مولانا عبد الصمد رفیقی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”میرے پیارے چچاجان ابو محمد عبد السلام کیلانی رحمہ الہ بھی امام البانی رحمہ اللہ کے فیض یافتگان میں سے تھے۔ شاگرد ہونے کے باوجود کہنے لگے: حدیثوں کی تحقیق و تخریج تو ٹھیک ہے مگر سنن اربعہ میں سے ہر کتاب کو صحیح اور ضعیف حصوں میں تقسیم کرنا صحیح نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ کہنے لگے: تحقیق و تخریج کے نتیجے میں جب بندہ کسی حدیث پر حکم لگاتا ہے تو وہ عموماً اجتہادی ہوتا ہے جس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے، لیکن جب آپ (مثلاً) سنن ابی داود کی صحیح حدیثوں کو الگ اور ضعیف حدیثوں کو الگ کریں گے تو گویا یہ بالواسطہ طور پر اس بات پر اصرار ہے کہ جن حدیثوں کو میں نے صحیح کہہ دیا ہے، یہ ضعیف ثابت نہیں ہو سکتیں اور جن کو ضعیف کہہ دیا ہے، وہ اَب ہمیشہ کے لئے ضعیف ہیں۔“

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۳۲۱)

اوپر ہم بتا چکے کہ شیخ البانی نے سنن اربعہ کے ٹکڑے کئے ہیں۔ اس کاروائی پر اُن کے مداحوں نے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔

مقالہ نگار جناب عبد المنان لکھتے ہیں:

”بارہ سو سال بعد شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا وقیع کام سر انجام دیا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھوٹے اور کھرے کی شناخت کرنا آسان ہو گئی۔“

(تحقیقِ حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۳)

ابو حماد عبد الغفار مدنی (جدہ، سعودی عرب) نے البانی کے متعلق لکھا:

". جاتے جاتے صحیح احادیث وضعیف اور موضوع روایتوں کا الگ الگ کئی جلدوں پر مشتمل ایسا عمدہ امت کے دے گئے کہ اُمت کا کوئی صاحبِ علم و تحقیق ان سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔"

(سخن ہائے مترجم: سلفیت تعارف وحقیقت صفحہ ۹)

مولانا محمد اسلم سندھی غیر مقلد (شہداد پور سندھ) لکھتے ہیں:

"یہ ایک حقیقت ہے کہ "الناس اعداء ماجهلوا" لہٰذا جو لوگ فن اسماء الرجال اور اصولِ حدیث سے بے بہرہ ہوتے ہیں، وہ ان علمائے کرام سے بغض و عداوت رکھتے ہیں جنہوں نے اس علم کے لئے اپنی زندگیاں صرف کر دی ہوتی ہیں۔ ایک ایسے ہی شیخ الحدیث صاحب کا سنا ہے جو کئی سالوں سے صحیح بخاری پڑھا رہے ہیں اور وہ اپنے درس میں شیخ البانی پر ہمیشہ تنقید کرتے ہیں کہ انہوں نے صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کیوں کیا ہے؟ جو لوگ کام نہیں کر سکتے وہ کام کرنے والوں پر بے جا تنقید کرتے ہیں یا کم اَز کم ان کی محنت کی بے قدری ضرور کرتے ہیں، یا پھر اندر ہی اندر جلتے ضرور ہیں۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۱۹۴)

اس عبارت میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث نے تاثر دیا کہ شیخ البانی کا کتب حدیث کے ٹکڑے کر کے صحیح اور ضعیف میں تقسیم کرنا غلط حرکت ہے۔ دوسرا یہ کہ اسلم صاحب کے بقول فن حدیث سے بے بہرہ لوگ ہی البانی پر تنقید کیا کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ انہوں نے البانی پہ تنقید کرنے والے کو "شیخ الحدیث" قرار دیا۔ مطلب یہ کہ فن حدیث سے بے بہرہ شخص بھی ان کے نزدیک "شیخ الحدیث" ہو سکتا ہے۔

مسلمہ کتب حدیث پر خنجر آزمائی

ابو الاشبال شاغف بہاری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کاش البانی صاحب... مسلمہ کتب احادیث پر نقد و تنقید سے پرہیز کرتے تو ان کے حق میں بھی اچھا ہوتا اور دوسروں کے حق میں بھی لیکن تنقید کا تیر کمان سے نکل چکا ہے جس

نے دوسروں کو تو زخمی کیا ہی خود تیر چلانے والا بھی زخمی ہوا۔"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۳۲۲، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

مردود قاعدہ کا سہارا

ایک روایت کا مفہوم ہے کہ سجدوں سے فراغت پر جب رکعت کے لیے اٹھیں تو آٹا گوندھنے کی طرح مٹھی بند کرکے اٹھیں۔ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد اِس روایت کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

"ابو اسحاق الحربی کی روایت مذکورہ کا ایک راوی ہیثم بن عمران الدمشقی ہے۔ جسے ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ قرار نہیں دیا۔ لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے حدیث کے عام طالب عالموں کو بھی معلوم ہے کہ مجہول الحال کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے... ہیثم بن عمران کی توثیق ثابت کرنے کے لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے جو قاعدہ بنایا ہے وہ کئی وجہ سے مردود ہے مثلاً:......"

(توضیح الاحکام: ۱/ ۳۸۲)

ثقہ راویوں کو مجہول قرار دینے کی مہربانی

شیخ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"شیخ البانی پر تعجب ہے کہ عجلی، ابن حبان، ابن خزیمہ، ترمذی، اور حاکم کی توثیق کے باوجود مرجانہ مذکورہ کو مجہولہ سمجھتے تھے۔"

(توضیح الاحکام: ۱/ ۲۶۲)

علی زئی صاحب، ابن ماجہ کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس روایت کے راوی موثر بن عفازہ ثقہ تھے، انہیں امام عجلی، حافظ ابن حبان اور حاکم وغیرھم نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا شیخ البانی رحمہ اللہ کا انہیں مجہول قرار دینا غلط ہے۔"

(علمی مقالات: ۳/ ۴۴۰)

حدیث پر ہاتھ صاف کرلیا

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا تدلیس کے بارے میں عجیب وغریب موقف تھا... بلکہ شیخ البانی نے ابو قلابہ کی معنعن حدیث پر ہاتھ صاف کر لیا۔ البانی نے کہا: اس کی سند ابو قلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور وہ تدلیس کے ساتھ مذکور ہے...“

(علمی مقالات: ۳/۳۱۷)

افسانے کی بنیاد پر جرح

شیخ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”گویا البانی صاحب نے جو اختلاط کی بنیاد پر اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا وہ صرف افسانوی حد تک ہے۔ اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں، لہٰذا ان کی تقلید کرنے والے بے عقل ثابت ہوئے اور محدثین کرام کی تصریحات کی روشنی میں اس کی اسناد صحیح ثابت ہوئیں وللہ الحمد۔ اگر شیخ البانی کے مقلدین خامہ فرسائی کرنا چاہیں تو وہ حق نمک ادا کریں ان کے تمام شکوک و شبہات کو بفضلہ تعالیٰ رفع کر دیا جائے گا۔“

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۹، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

تنبیہ: البانی کی تقلید کرنے والے نام نہاد اہلِ حدیث ہیں جیسا کہ خود شاغف صاحب کی زبانی آگے آرہا ہے ان شاء اللہ۔

صحیح بخاری کی احادیث کو ضعیف و منکر کہنے کی جرأت

شیخ البانی لکھتے ہیں:

”اما انه سبق لی ان ضعفت احادیث البخاری فهذا الحقیقة یجب الاعتراف بها ولا یجوز انکارها ذلک الاسباب کثیرا جدا۔“

(فتاوی الشیخ الالبانی صفحہ ۵۲۴)

اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ اگر بخاری کی حدیثوں کو میں ضعیف قرار دوں تو یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف کرنا واجب ہے اور اس کا انکار جائز نہیں یعنی البانی کے نزدیک بخاری کی حدیثوں کو ضعیف کہنا واجب ہے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”البانی نے اپنے آخری دَور میں بھی (سلسلہ ضعیفہ کی چودھویں جلد میں) صحیح بخاری کی کئی احادیث کو ضعیف و منکر قرار دیا۔“

(علمی مقالات:۶/۱۵۰)

علی زئی نے اپنے غیر مقلدین کی بابت لکھا:

”ان لوگوں کا منہج درج ذیل باتوں پر مشتمل ہے: ۱: صحیح بخاری میں ضعیف و منکر روایات بھی موجود ہیں، جیساکہ البانی صاحب کا حوالہ گزر چکا ہے۔“

(علمی مقالات:۶/۱۵۱)

علی زئی صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

”شیخ البانی رحمہ اللہ، وغیرہ معاصرین اور ان سے پہلے لوگوں نے صحیح بخاری و صحیح مسلم پر جو بھی جرح کی ہے، وہ جرح سرے سے مردود ہے۔ علمی میدان میں اس جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔“

(صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ مشمولہ صحیح بخاری کا دفاع صفحہ ۲۴۷)

غلط اور مردود جرح کے بل بوتے حدیث بخاری کی تضعیف

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی مسؤلہ حدیث بلحاظ سند و اصول حدیث حسن لذاتہ ہے۔ شیخ البانی کا اس پر جرح کرنا غلط اور مردود ہے۔“

(صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ مشمولہ صحیح بخاری کا دفاع صفحہ ۳۳۹)

البانی نے بخاری و مسلم کی حدیثوں پر جرح کا دروازہ کھول دیا

ابو الاشبال شاغف بہاری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امت مسلمہ کا مسلّمہ قاعدہ یہ تھا کہ صحیحین کی صحت پر ساری امت متفق ہے جیساکہ اصولِ حدیث کی اکثر کتابوں میں مرقوم حتی کہ صاحبِ مشکوۃ نے باعلان یہ کہا: ”وقسمت کل باب غالبا علی حصول ثلاثة اولها مااخرجه الشيخان او احدهما ،

واکتفیت بھما وان اشترک فیه الغیر لعلو درجتھما فی الروایة۔"
اور بعضوں نے یوں کہا ہے کہ "ولا اذکر معھا غیرھما لعلو شانھما" لیکن شیخ ناصر الدین البانی نے خرقِ اجماع کیا یا اتفاق امت مسلمہ کو پارا پارا کرنے کی کوشش لاشعوری طور پر خدمتِ حدیث کے نام پر کرتے ہوئے صحیحین کی بہت سی حدیثوں کو ضعیفہ و موضوعہ کے اندر داخل فرما کر جہلائے عصر کے لئے راہ ہموار کر دی کہ وہ صحیحین کی حدیثوں کو بھی قبول کرنے کے لئے ناصر الدین البانی کی تصحیح کو ضروری سمجھنے لگے۔ بعضوں نے بلوغ المرام کی تخریج کرتے ہوئے صحیحین کی حدیثوں کے ساتھ بھی "صححه الالبانی" کی تک بندی کو ضروری خیال کیا وغیرہ ذلک۔ ناصر الدین البانی سنت کی خدمت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ مقلدین کی ایک جماعت تیار کر دی جو اُن کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں کرتی۔"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۶، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

اکثر و بیشتر طلبہ البانی کی اقتداء میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ضعیف کہتے ہیں

مولانا ابو الاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اکثر و بیشتر طلبہ آج کل شیخ البانی مرحوم کے تصحیح و تضعیف پر قانع ہیں۔ یہاں تک صحیحین کی بعض روایتوں جن کو البانی صاحب نے غلط فہمی کی بناء پر احادیثِ ضعیفہ میں داخل کر دیا ہے، کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ صحیحین میں بھی ضعیف روایتیں ہیں اور جب مطالبہ کیا جاتا ہے تو انہی روایتوں کو پیش کرتے ہیں جنہیں البانی صاحب نے سلسلہ احادیث ضعیفہ وغیرہ میں شامل کر دیا ہے۔ اور جب ان ناسمجھوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ البانی صاحب سے غلطی ہوئی ہے انہوں نے خرق اجماع کا ارتکاب کیا، امت مسلمہ اس پر مجتمع ہے کہ صحیحین خاص کر بخاری شریف میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے تو فوراً جواب دیتے ہیں کہ البانی صاحب سے قبل دار قطنی، ابو علی جیانی وغیرہ نے صحیحین کی روایتوں پر نقد کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ صحیحین قابلِ نقد ہیں۔"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۹۳، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

البانی کی اتباع میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ضعیف کہنے والے صرف طلبہ ہی بلکہ کئی نامی گرامی لکھاری

بھی ہیں اُن میں سے ایک محرر نجم اللہ نامی بھی ہے۔ چنانچہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جناب نجم اللہ صاحب کا امام ذہبی وعلامہ البانی کی تقلید میں صحیحین پر طعن کرنا کہ ”اور شروط سماع نہ ہوں تو بھی روایت مردود ہوگی۔“غلط ومردود ہے۔“

(توضیح الاحکام:۲/ ۱۵۲)

بخاری ومسلم کی حدیثوں کو ضعیف کہنے والے کا اعزاز!!!

ابوالاشبال شاغف غیر مقلد نے لکھا:

”ہندوپاک کے بعض اَن پڑھ اور ناسمجھ اہلِ حدیث اور دنیا بھر میں ان کے معتقدین اس زعم میں مبتلا ہیں کہ امام بخاری بھی شیخ البانی سے کم درجہ رکھتے تھے۔بقیہ کتب ستہ کے مصنفین کے متعلق نہ معلوم ان لوگوں کی رائے کیا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ دَراصل یہ غلطی ان عوام الناس کو اس لئے لگی ہے کہ شیخ البانی سے بعض ایسی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جو اس کا باعث بنی ہیں مثلاً شیخ البانی نے بخاری ومسلم کی بعض روایتوں کو سلسلہ ضعیفہ اور موضوعہ میں درج کردیا۔ بقیہ کتب ستہ میں سے ۴ کو دو حصوں میں تقسیم کرکے صحیح اور ضعیف کے نام سے اسناد حذف کرکے شائع کرادیا۔ جہلاء نے سمجھ لیا کہ آج تک اس ٹکر کا کوئی محدث گزرا ہی نہیں، لہٰذا کسی حدیث کو صحیح ماننے کے لیے شیخ البانی کی تصحیح لازمی ہے۔“

(مقالاتِ شاغف ص ۳۶۳، ۳۶۲... اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

بغیر تحقیق کے حدیث بخاری کو ضعیف قرار دیا

شیخ البانی نے بخاری کی حدیث ﴿ان امتی یاتون یوم القیامة غرا محجلین من آثار الوضوء....، میرے امتی قیامت کے دن آئیں گے ان کے وضو کے اعضاء چمک رہے ہوں گے﴾ کو البانی نے ضعیف کہا۔ البانی کی تضعیف پر مولانا ابوالاشبال شاغف غیر مقلد نے تبصرہ کیا۔ آخر میں لکھا:

”ان معروضات کے بعد واضح ہوگیا کہ شیخ البانی نے محض اپنے سے قبل والے بعض علماء کی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو مدرج قرار دے کر سلسلہ احادیث ضعیفہ و موضوعہ میں لکھ دیا۔ تحقیق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۳۶۵... اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

صحیح مسلم کی حدیثوں پہ حملہ اور روایات پہ نقد و تنقید

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شیخ البانی نے صحیح مسلم کی صحیح روایات پر حملہ کیا۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۲۱۰)

شیخ ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علامہ البانی نے صحیح مسلم کی بعض احادیث پر تنقید کی تو اس کا جواب شیخ محمود سعید نے "تنبیہ المسلم علی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم" کے نام سے دیا۔"

(پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ صفحہ ۱۴، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء، ناشر: ادارۃ العلوم الاسلامیہ منٹگمری بازار فیصل آباد)

اثری صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"علامہ البانی نے صحیح مسلم کی بعض روایات پر نقد کیا۔ ان میں نقد کا ایک سبب یہی ابو الزبیر کی تدلیس ہے۔ جس کے جواب میں کوثری المشرب شیخ محمود سعید محمد فرح نے "تنبیہ المسلم" میں ان انتقادات کو خلافِ اجماع قرار دیا ہے۔"

(مقالاتِ اثری: ۱/ ۱۶۹)

ان عبارتوں میں اتنا اعتراف تو ہے کہ شیخ البانی نے صحیح مسلم کی حدیثوں پر حملہ کرتے ہوئے انہیں ضعیف قرار دے دیا البتہ یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کتنی احادیث ہیں جن پر البانی نے ضعف کی چھاپ لگائی۔ اس کے لئے اگلا عنوان "صحیح مسلم کی تیس سے زائد حدیثوں پہ ضعف کی چھاپ" دیکھئے۔

صحیح مسلم کی تیس سے زائد حدیثوں پہ ضعف کی چھاپ

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کا ایک ویڈیو بیان وائرل ہے جس میں شیخ البانی کی بابت کسی نے چند سوالات کئے اور علی زئی نے ان کا جواب دیا۔ ذیل میں وہ سوالات وجوابات ملاحظہ ہوں:

آدمی: ”البانی صاحب کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کی بارہ روایتوں کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔“

علی زئی: ”تیس سے اوپر ضعیف قرار دیا ہے انہوں نے۔“

آدمی: ”لیکن بعد میں رجوع کیا ہے انہوں نے؟“

علی زئی: ”نہیں کیا، وہ مرتے مرتے بھی امام بخاری کی جو صحیح بخاری ہے اس کی کئی روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔“

آدمی: اس کی وجہ کیا تھی؟“

علی زئی: منہج کی غلطی ہے، خامی ہے...“

(زبیر علی زئی کا ویڈیو کلپ)

پچاس ضعیف حدیثوں کو صحیح قرار دینے کی کاوش

ابو محمد خرم شہزاد محمدی غیر مقلد نے ایک کتاب ”الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ من سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی“ لکھی۔ اس کی ابتداء میں غیر مقلدین کے ہاں ”محدث العصر“ کا لقب پانے والے مصنف شیخ زبیر علی زئی کی تحریر ہے۔ وہ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہمارے دوست جناب ابو محمد خرم شہزاد صاحب نے اپنی استطاعت کے مطابق شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سلسلہ صحیحہ کا مطالعہ کیا تو کئی روایات کو تحقیق کے بعد ضعیف پایا، جن میں سے پچاس روایتیں اس مجموعہ میں پیش خدمت ہیں۔ راویوں پر کلام وغیرہ میں اُن سے بعض مقامات پر اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ”الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ“ میں مذکور تمام روایات اپنے شواہد و متابعات کے ساتھ ضعیف ہی ہیں اور انہیں صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔“

(الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ صفحہ ۸، بحوالہ اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۱۰۶)

البانی کی بات کو ”حرف آخر“ کا درجہ دینا

غیر مقلدین کے اعتراف کے مطابق البانی حدیث میں من مانیاں کرتے ہیں۔ مگر افسوس ان کے حلقہ کے لوگ ان کی بات کو "حرفِ آخر" قرار دیتے ہوئے ان کی پیروی کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آج کل جماعت اہلحدیث کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو چکی ہے جو ناصر الدین البانی کی تقلید کو واجب سمجھتی ہے اور جو کچھ ناصر الدین البانی نے لکھ دیا ان کے نزدیک حرفِ آخر کی حیثیت سے من وعن قابلِ قبول ہے۔"

(مقالات شاغف صفحہ ۲۶۶)

شاغف صاحب لکھتے ہیں:

"اس وقت کے نوجوان طبقہ شیخ ناصر الدین البانی اور دوسرے بہت سے علماء کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور جو کچھ ایسے حضرات کے قلم وزبان سے نکلا جو ترکِ تقلید کے قائل ہیں وہ حق ہو گیا۔"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۵، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، اشاعت: ۲۰۰۶ء)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شیخ ابن باز کا یہ قول اہلِ حدیث اور شیخ البانی کے اندھا دھند مؤیدین کے خلاف پیش کیا گیا۔"

(علمی مقالات: ۴/ ۲۴۴)

غیر مقلدین کا احادیث کی تصحیح وتضعیف میں البانی پر اعتماد

غیر مقلد علماء کے اعتراف کے مطابق شیخ البانی احادیث کے ردو قبول میں من مانی کرتے رہے۔ بات صرف ان تک محدود نہیں رہی، بلکہ غیر مقلدین نے احادیث کی تصحیح وتضعیف میں اُن کی رائے کو سینے سے لگایا۔ یہاں تک کہ اپنی کتب میں مذکور احادیث کی صحت وضعف پہ بھی البانی کا حکم لگایا۔ مدعیان اہلِ حدیث کی ایک درجن سے زائد کتب میری نظر سے گزری ہیں جن میں حدیثوں پر تحکیم البانی کی ہے۔ یہاں ہم اپنے اس دعوی کی صداقت کے لئے خود غیر مقلد مصنفین کی گواہیاں نقل کر دیتے ہیں۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ہفت روزہ اہلِ حدیث کی جلد نمبر ۲۶ میں بھی اسی حوالے سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کو بدعت قرار دیا گیا۔ انہوں نے اپنی اس تحقیق کا تمام تر مدار علامہ البانی حفظہ اللہ کی تحقیق پر رکھا ہے۔ چنانچہ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (ج ۲ ص ۱۴۶، رقم: ۵۹۵) میں یہ بحث دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح علامہ البانی نے ان احادیث کو ضعیف الترمذی، ضعیف ابی داود اور ضعیف ابن ماجہ میں ذِکر کیا ہے جن کا حوالہ خود مولانا جاوید صاحب نے بھی دیا ہے۔''

(مقالاتِ اثری: ۱/ ۲۶۲، ۲۶۱)

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں:

''یہ ہیں وہ شواہد و متابعات جن کی بنا پر حافظ ابن حجرؒ نے مجموعی طور پر اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ مگر ہمارے مولانا جاوید صاحب علامہ البانی کی اتباع میں ان سے متفق نہیں، اَب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس پر حسن حدیث کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں۔ یہ بات تو کسی صاحبِ علم پر مخفی نہیں کہ حسن لغیرہ کی تعریف میں یہی کہا گیا ہے کہ اس کے راوی متہم بالکذب نہ ہوں۔ وہ روایت شاذ نہ ہو اور اگر ضعف راوی کے مجہول ہونے یا ضعیف ہونے کی بناء پر ہو اور وہ متعدد اسانید سے مروی ہو یا اس کے اسی درجہ کے شواہد ہوں تو وہ روایت حسن لغیرہ ہو گی۔ امام ترمذیؒ نے بھی حسن کی تعریف میں انہی شرائط کا ذِکر کیا ہے۔ بنابریں جب حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ کی دو سندوں سے مروی حدیث اور حضرت یزیدؓ بن سعید کی حدیث جو بوجہ ضعف راوی فرداً فرداً ضعیف ہیں مگر ان کے راوی کذاب اور متروک نہیں، نہ ہی وہ شاذ ہیں تو ان کے مجموعہ کو حسن نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے ؟۔''

(مقالاتِ اثری: ۱/ ۲۶۴)

اس عبارت میں جاوید سے مراد جاوید اقبال سیالکوٹی غیر مقلد ہیں۔

محمد سرور عاصم (مدیر مکتبہ اسلامیہ لاہور، فیصل آباد) لکھتے ہیں:

''ہر روایت پر صحت وضعف کے اعتبار سے محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا حکم لگایا ہے۔ اگر کہیں علامہ البانی رحمہ اللہ کا حکم نہیں ملا تو محدث حافظ زبیر علی رحمہ اللہ کا حکم لگا دیا گیا ہے۔''

(عرض ناشر فقہ السنہ: ۱/ ۳۲)

تنبیہ: شیخ زبیر علی زئی بھی احادیث کے رد و قبول میں من مانی کیا کرتے تھے، جیسا کہ خود ان کے اپنے غیر مقلدین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ حوالہ جات آگے منقول ہوں گے ان شاء اللہ۔

مولانا عبد السلام بن محمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

''میں نے پوری کوشش کی ہے کہ صرف ثابت شدہ احادیث نقل کروں، اس کے لیے شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتب مسند احمد اور دوسری کتب حدیث جدید طبعات کے محققین کی تحقیق سے رہنمائی لی ہے اور اکثر ان کی تصحیح یا تحسین کا حوالہ بھی دیا ہے۔''

(مقدمہ تفسیر القرآن الکریم: ۱/ ۱۸)

محمد سرور عاصم غیر مقلد نے ''الادب المفرد للبخاری'' کے متعلق لکھا:

''چوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح کی طرح اس کتاب میں صحت حدیث کا باقاعدہ اہتمام نہیں کیا لہذا ادارے نے ہر روایت پر صحت و سقم کے اعتبار سے محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا حکم لگا دیا ہے۔''

(عرض ناشر، الادب المفرد مترجم صفحہ ۳۸، ترجمہ ارشد کمال)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اس کا ترجمہ محترم مولانا ارشد کمال نے کیا ہے... شیخ البانی رحمہ اللہ نے احادیث پر جو حکم لگایا ہے اسے بھی ترجمہ کا حصہ بنا دیا ہے۔ یوں ترجمہ کی افادیث سہ چند ہو گئی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء''

(تقدیم الادب المفرد مترجم صفحہ ۴۴)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد اپنی کتاب ''صالح اور مصلح'' کی بابت لکھتے ہیں:

”احادیث کی صحت وضعف میں علامہ البانی رحمہ اللہ کے حکم پر اعتماد کیا گیا ہے۔“

(صالح اور مصلح صفحہ ۱۸)

غیر مقلدین کی طرف سے شائع کردہ ابن خزیمہ میں ”عرض ناشر“ کے تحت مذکور ہے:

”یاد رہے کہ تخریج کرتے ہوئے علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کو راجح قرار دیا گیا ہے۔“

(صحیح ابن خزیمہ مترجم صفحہ ۵۱، ترجمہ محمد اجمل بھٹی، ناشر: انصار السنۃ پبلی کیشنز لاہور)

احادیث کی تصحیح وتضعیف میں من مانیاں کرنے والے شیخ البانی کو غیر مقلدین کا خراجِ تحسین

اوپر غیر مقلدین کی عبارتیں پیش ہو چکیں کہ شیخ البانی احادیث کے رد وقبول میں من مانیاں کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو بھی ضعیف کہنے سے نہیں چُوکے۔ غیر مقلدین میں شیخ مذکور کی کتنی مقبولیت ہے؟ انہوں نے انہیں احادیث میں من مانیاں کرنے کے باوجود کس قدر خراج تحسین پیش کیا۔ اس کی ایک جھلک ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ محمد احمد اثری غیر مقلد (جامعہ سراج العلوم بونڈیہاڑ یوپی ہند) لکھتے ہیں:

”بیسیویں صدی کے بے نظیر محدث علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ۔“

(تاثرات تمام المنۃ مترجم صفحہ ۳، اشاعت اول ۲۰۰۴ء، ناشر: مرکزی مکتبہ اہل حدیث صدر بازار مؤناتھ بھنجن یوپی الہند)

شیخ جمال احمد مدنی غیر مقلد نے ایک بزرگ کا بیان نقل کیا:

”عصر حاضر میں علامہ محمد ناصر الدین البانی جیسا کوئی دوسرا عالم نہیں۔“

(تمام المنۃ مترجم صفحہ ۱۵)

شیخ جمال نے لکھا:

”فضیلۃ الشیخ حمود بن عبد اللہ تویجری رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ عصر حاضر میں شیخ البانی سنت کے لئے سنگ میل کا درجہ رکھتے ہیں ان کے خلاف زبان طعن دراز کرنا سنت پر طعن و تشنیع کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔

(تمام المنۃ مترجم صفحہ ۱۶)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''عصرِ حاضر میں محدث کبیر محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ''

(حاجی کے شب و روز صفحہ ۸)

علی زئی نے دوسری جگہ شیخ البانی کو ''محدث العصر اور امام المحدثین'' کہا ہے۔

(حاشیہ عبادات میں بدعات:۱۲۹)

علی زئی مزید لکھتے ہیں:

''الشیخ الامام ، مھدث الدیار الشامیة و مجدد علم التخریج و التحقیق فی عصرنا ، محمد ناصر الدین االلبانی السلفی رحمه الله ۔''

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۶۲۹)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''عصر حاضر کے نام ور محدث علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ۔''

(مقالاتِ اثری:۱/۲۴۴)

اثری صاحب نے بعینہ یہی عبارت اپنی کتاب ''پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ صفحہ ۲۰۹، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء، ناشر: ادارۃ العلوم الاسلامیہ منٹگمری بازار فیصل آباد'' میں لکھی ہے۔

مولانا محمد خبیب اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''امام البانی ایسی نابغہ روز گار شخصیات اور ان کے علوم کا وجود امت محمدیہ پر رب العالمین کا احسانِ عظیم ہے۔ اور ایسے لوگ صدیوں بعد بھی خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں۔ امام صاحب نے صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان جو خطِ امتیاز کھینچا اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا۔ یہ موحدین کے لئے بہت بڑا تحفہ (ہے) جب کہ مبتدعین کے لئے زہرِ ہلاہل ہے اور ﴿لیحق الحق و یبطل الباطل﴾ کا مصداق ہے۔''

(مقالاتِ اثریہ صفحہ ۵۱۲، ناشر: ادارۃ العلوم الاثریۃ منٹگمری بازار فیصل آباد، تاریخ طباعت: جون/ ۲۰۱۲ء، تقدیم مولانا محمد ارشاد الحق اثری)

مولانا صادق خلیل غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت الشیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی فن رجال تخریجِ احادیث میں بلا مبالغہ اتنے اونچے مقام پر فائز ہیں کہ کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔"

(مقدمہ ریاض الصالحین مترجم صفحہ ۱۳)

ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس عصر کے بے مثال محدث اور مجدد دین، امام العصر شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ۔"

(مقدمہ سنن نسائی مترجم: ۱/ ۶۹)

شیخ محمد عزیز شمس غیر مقلد ہیں:

"عصر حاضر میں علومِ حدیث کے مجدد شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تحقیقات سے آج ساری دنیا مستفید ہو رہی ہے......۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۱۷۵)

مقالہ نگار عبد المنان لکھتے ہیں:

"علامہ ناصر الدین البانی کا شمار ان عظیم المرتبت شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے علم حدیث کی تاریخ کے دھارے کا رخ بدل دیا۔"

(تحقیق حدیث میں شیخ البانی اور حافظ زبیر علی زئی کے معیارات کا تقابلی مطالعہ صفحہ ۳)

مقتدی حسن ازہری غیر مقلد (جامعہ سلفیہ بنارس) نے شیخ البانی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے متعلق لکھا:

"جن علماء کی تحریریں اس موضوع پر مؤثر و مقبول ہیں، ان میں دو نام بہت نمایاں ہیں۔ پہلا محدث شام علامہ محمد ناصر الدین کا اور دوسرا شیخ الحدیث علامہ محمد اسماعیل گوجرانوالہ مرحوم کا۔ آئندہ صفحات میں ہم انہیں دونوں شخصیتوں کی تحریریں پیش کر رہے ہیں۔ ان کا شمار فن حدیث کی اساطین اور سنت نبوی کے نکتہ شناس کی صفِ اول میں ہوتا ہے، میری کیا بساط کہ

ان کے مقام و مرتبہ پر روشنی ڈالوں، ان کی فنی مہارت، علم حدیث سے شغف، اس کی خدمت کے لئے عظیم قربانیاں، حب نبوی میں ڈوبا ہوا ان کا اسلوب، دفاع عن السنۃ کی راہ میں رواں اور شگفتہ قلم اور سیرت و عمل کے میدان میں محدثین کرام کی سادگی و قناعت اور فرائض و سنن کا غیر معمولی جتن ان کے نمایاں اوصاف ہیں۔"

(حجیتِ حدیث صفحہ ۱۸، ناشر: ادارة البحوث الاسلامية والدعوة والافتاء بالجامعة السلفية بنارس، اشاعت اول: ۱۴۰۵ھ)

ابو حماد عبد الغفار مدنی (جدہ، سعودی عرب) لکھتے ہیں:

"آپ عصر حاضر کے محدث کبیر، مفسر، کتاب و سنت کے داعی، منہج سلف کے علمبردار تھے۔"

(سخن ہائے مترجم: سلفیت تعارف و حقیقت صفحہ ۹)

پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ناصر الدين و الملة، آيت من آيات الله، بقية السلف کی صحیح تصویر، عمل بالسنۃ کی زندہ تعبیر، محدث دَوراں، محقق زمان، عصر رواں کے فقہ السنہ کے امام علامہ ناصر الدین البانی۔"

(کچھ مصنف کے بارے میں: قبروں پر مساجد اور اسلام صفحہ ۷، اشاعت: جنوری ۲۰۰۵ء، مکتبہ اسلامیہ)

ایک صاحب نے لکھا:

"نامور عالم دین اور عظیم محدث اور مفسر علامۃ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ۔"

(پیش لفظ: اسلامی عقیدہ تقریر شیخ البانی صفحہ ۲)

ابو عدنان منیر قمر غیر مقلد لکھتے ہیں:

"زیر نظر کتاب "مختصر قیام رمضان" کے مؤلف محدثِ عصر و فقیہ دہر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ خدمت حدیث میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے، خصوصاً دَورِ حاضر کی کمیاب بلکہ نایاب شخصیت کے مالک تھے۔"

(تقدیم، مختصر قیام رمضان صفحہ ۲، ترجمہ و تعلیق شیخ ابو کلیم مقصود الحسن فیضی... تقدیم و مراجعہ شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر، ناشر توحید پبلی کیشنز بنگلور انڈیا، طبع دوم: ۲۰۱۳ء)

احمد مجتبیٰ نذیر عالم مدنی غیر مقلد نے البانی کی کتاب "تراویح اور اعتکاف" کے مقدمہ میں لکھا:

"محدث عصر، فقیہ دَوراں، مزاج شناس شریعت حقہ، امام محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ۔"

(تقدیم تراویح اور اعتکاف صفحہ ۵)

عبد المالک مجاہد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عصر حاضر کا محدث جلیل، امام جرح و تعدیل شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ ایسا ہی گوہر بے مثال تھا جس کی آب و تاب نے مشرق و مغرب کو منور کر دیا۔"

(عرضِ ناشر: محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ صفحہ ۱۱)

شیخ عبد اللہ الباری فتح اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے علمی دنیا سونی ہو گئی۔ اُمت مسلمہ ایک ایسے مجدد سے محرومی پر سوگوار ہے جو صدیوں بعد اس دنیا میں آیا تھا۔ اس صدی کے علماء میں علامہ سب سے قد آور شخصیت کے مالک تھے۔"

(مقدمہ صفۃ صلوٰۃ النبی مترجم طبع انڈیا صفحہ ۸۴)

غیر مقلدین کے فتاویٰ میں لکھا ہے:

"آپ کو علمِ حدیث میں خصوصاً اسماء الرجال میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ممالک عربیہ میں آپ کی علمی قابلیت مسلمؒ و مشہور ہے کہ علمِ حدیث میں ان سے زیادہ تحقیق کسی کو نہیں۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۷۶/۳)

فائدہ: شیخ البانی نے بخاری و مسلم کی جن حدیثوں پر جرح کر کے ضعیف قرار دیا اور بخاری و مسلم کے جن جن راویوں کو ضعیف باور کرایا ان کی باحوالہ نشان دہی ہم آئندہ صفحات میں کریں گے ان شاء اللہ۔

(جاری)

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1)اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2)علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3)تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱:امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲:قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳:حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴:بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵:شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4)مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5)ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6)مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور